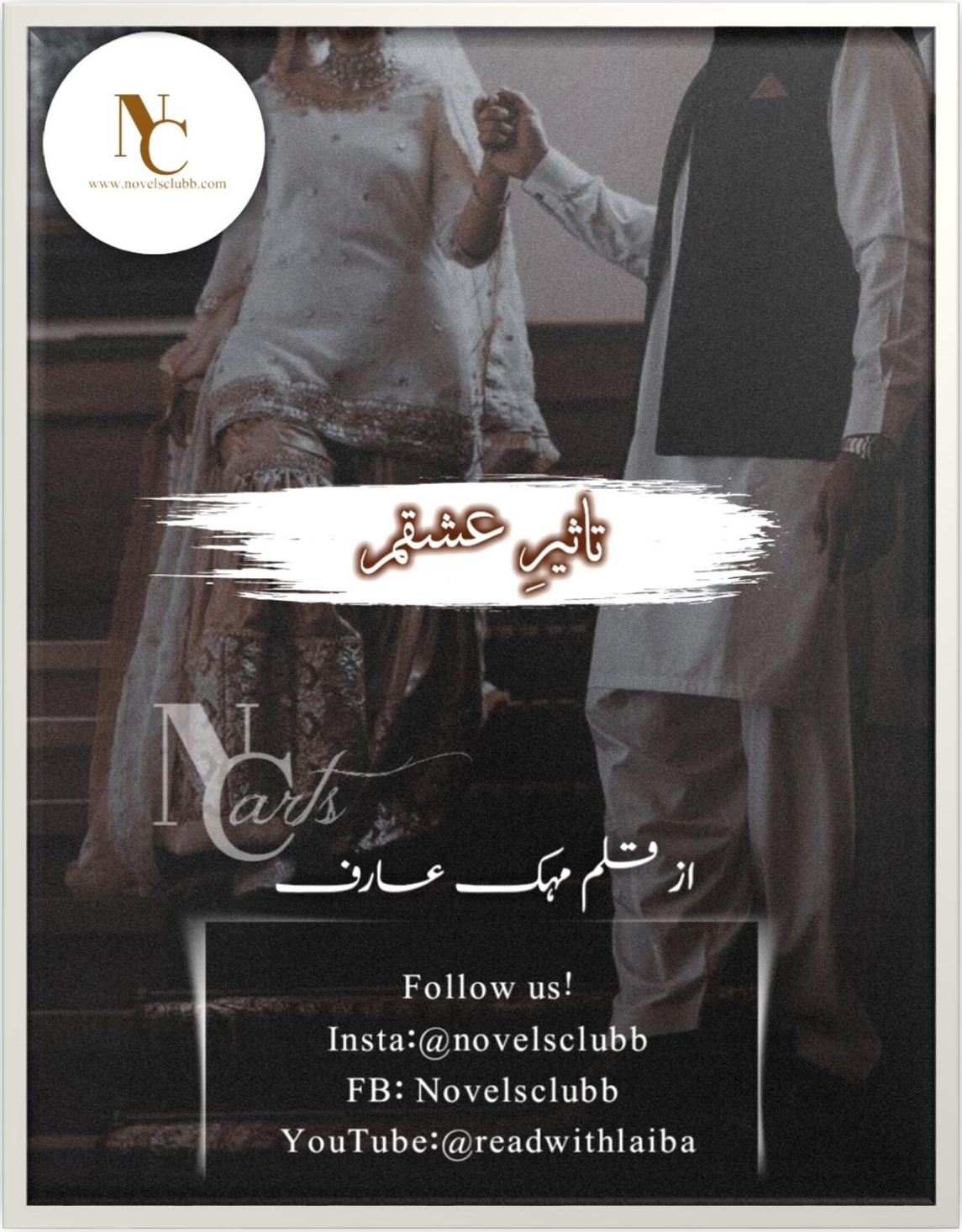
www.novelsclubb.com
تاثیرِ عشقم
Arts
از قلم مہک عارف
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

تاثیرِ عشقم

از قلم

مہک عارف

www.novelsclubb.com

تاثیرِ عشقم

مہک عارف

باب نمبر:9

(انتقام کی آگ میں جل کر تم راکھ کی مانند ٹھنڈے تو ہو جاؤ گے لیکن جانتے ہو کیا؟)

گھڑی کی ٹک ٹک کرتی سوئیوں نے پانچ اور گیارہ کے ہندسے کو عبور کیا تو 'زووں' کی آواز کے ساتھ کوئی گاڑی وہاں آ کر رکی تھی۔ٹائروں کی چرچراہٹ نے ماحول میں شور سا برپا کیا تھا۔سناٹے میں گونجنے والی آواز سن کر درختوں میں چھپے بیٹھے پنچھی بھی پھڑ پھڑائے تھے۔دفعتاً ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ 'ٹھک' کی آواز سے کھلا اور اس نے اپنا بھاری بوٹ میں مقید پیر باہر نکالا تھا، پھر اس کا مکمل سراپا واضح ہوتا

www.novelsclubb.com

گیا۔وہ دراز قامت وجود بالاج سکندر کا تھا۔سفید ڈریس شرٹ کے آستین کہنیوں تک موڑ رکھے تھے۔آنکھیں سامنے نظر آتے منظر پر اٹک چکی تھیں۔

"پانچ بج کر پچپن منٹ۔"پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکلتا ماہیر سکندر بڑبڑایا تھا۔وہ سیاہ پینٹ شرٹ میں ملبوس تھا۔ہیزل گرین آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ ہاتھ میں تھامے موبائل پر چند بٹن دبائے۔کسی کو کوئی پیغام لکھا اور موبائل واپس جیب میں اڑستے وہ بالاج کے قریب آیا تھا۔

بارش کی بوندوں کا راستہ رک چکا تھا۔سیاہ آسمان تلے موجود وہ عمارت قدرے پرانی اور خستہ حال تھی۔سفید رنگ سے مزین دیواریں میل پکڑ چکی تھیں۔عمارت کے سرے پر نیلے رنگ کا زنگ آلود ہوتا بورڈ لگا ہوا تھا۔سفید رنگ سے کنندہ مٹے مٹے حروف پر نظر ڈالو تو وہاں کسی اسکول سسٹم کا نام لکھا ہوا تھا۔ماہیر نے گہری سانس بھری۔وہ یہاں ایک مرتبہ پہلے بھی آچکا تھا فرق صرف اتنا تھا کہ تب کسی کی زندگی کا سوال تھا اور آج اس کی زندگی کا کھیل تھا۔

www.novelsclubb.com

"ہم سامنے سے اندر نہیں جا سکتے۔" ماہیر کی آواز ابھری تو بالاج نے جھٹکے سے گردن گھما کر اسے دیکھا۔ وہ اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا تھا۔ دونوں کا قد برابر تھا۔ نہ بڑا نہ چھوٹا، بالکل برابر۔

"تو کیا چور دروازے سے جائیں گے؟" بالاج کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے ماہیر سکندر کی یہ بات بھلی نہیں لگی۔

"چور دروازے چوروں کے لیے کھلے ہوتے ہیں۔ ہم چور نہیں ہیں، چور اندر چھپا بیٹھا ہے۔ ہمیں اس پر تمام در بند کرنے ہیں۔" اس کی آواز برہم تھی۔ بالاج کے چہرے کے تاثرات سیدھے ہوئے۔

www.novelsclubb.com

"اب کہاں سے جائیں گے؟" بالاج نے سوال داغا۔

"جنگ جیتنے کے لیے ہمیں اپنے راستے خود بنانے پڑتے ہیں۔" اس کے قدم متحرک ہوئے۔ بالاج بھی اس کی تقلید میں چل دیا۔

ہلکی پھلکی بوندا باندی کا شور تھم گیا تھا۔آسمان کی سیاہی نیلاہٹ میں بدل گئی تھی۔ہر شے چمکتی ہوئی صاف معلوم ہوتی تھی۔ایسے ہی جیسے اس وقت اس بلند و بالا عمارت کے شیشے جگمگا رہے تھے۔وہ گاڑی سے باہر نکلا۔ نظریں اٹھا کر آسمان کو دیکھا اور اندر کی جانب بڑھ گیا۔گارڈ نے چند ثانیے اسے اینٹرنس پر روکا اور پھر جانے دیا۔وہ سنجیدہ تاثرات چہرے پر سجائے ریسیپشن ڈیسک پر آیا تھا۔

"ہیلو سر۔میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں۔؟"ریسیپشنسٹ نے مسکرا کر استفسار کیا۔

"آپ کے باس شارق کبیر سے ملاقات طہ ہوئی ہے میری۔"اسپاٹ انداز میں آنے کی وجہ بتائی۔

"کیا آپ کے پاس کوئی اپائنٹمنٹ لیٹر ہے؟"مصنوعی مسکراہٹ سے مزید استفسار ہوا۔مومن ابراہیم نے اکتا کر جیب سے موبائل نکالا تھا۔پھر چند بٹن دبائے اور موبائل اس کی جانب بڑھایا۔

www.novelsclubb.com

"اوکے سر ویٹ آمنٹ۔" موبائل میں شارق کبیر کی جانب سے کوئی میل بھیجی گئی تھی۔ ریسیپشنسٹ نے دیکھ کر سر ہلایا پھر پاس رکھے ٹیلی فون کی جانب بڑھی۔ باس کو مطلع کرنا بھی لازم تھا۔

"سر مومن ابراہیم آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" دوسری جانب سے شارق کبیر کی آواز ابھری تھی۔

"اوکے سر۔" اس نے سر ہلا کر فون رکھ دیا پھر اسی مسکراہٹ سے مومن ابراہیم کو دیکھا۔ وہ فون کو گھور رہا تھا۔

"سر ایک اہم میٹنگ میں مصروف ہیں۔ آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔" مومن لب بھینچے اسے دیکھے گیا۔ پھر سر ہلاتا واپس مڑا۔ سامنے ایک راہداری نظر آتی تھی۔

"سر رکیں۔ آپ یوں اندر نہیں جا سکتے۔" اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھ پاتا، وہ لڑکی ڈیسک کے پیچھے سے نکل کر اس کے سامنے آئی تھی۔ وہ صاف بوکھلائی ہوئی

www.novelsclubb.com

دکھائی دیتی تھی۔چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اگر مومن ابراہیم یوں اندر چلا گیا تو اس کا باس اس کے ساتھ کیا کرے گا۔وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

"ہٹو میرے راستے سے۔۔" سنجیدگی حد سے بڑھ کر چھا گئی تھی۔

"لیکن سر میں۔۔۔"

"ہٹو۔" وہ اونچی آواز میں بولا تھا۔ریسیپشنسٹ ہڑبڑا کر دور ہٹی۔مومن اسے ہی گھور رہا تھا۔

"میں عورتوں سے بحث نہیں کرتا۔" چند حروف اس کے منہ پر مارتے وہ آگے بڑھ گیا۔ریسیپشنسٹ شرمندہ شرمندہ سی اس کے پیچھے گئی تھی۔مومن نے اکتا کر اسے دیکھا۔

"میں آپ کو لے چلتی ہوں۔" وہ آرام سے بولی البتہ مسکراہٹ غائب تھی۔مومن ابراہیم نے سر ہلا دیا۔

www.novelsclubb.com

وہ دونوں اسکول کی پچھلی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوئے تھے۔ایک وسیع قطعہ پر بنا اس اسکول کا گارڈن جھاڑیوں اور لمبے لمبے گھاس سے اٹا ہوا تھا۔وہ اندر داخل ہوئے تو آگے ایک بڑا سا شیلٹر بنا نظر آتا تھا عموماً گاڑیاں اور بس کھڑی کرنے کے لیے بنایا گیا وہ شیلٹر زنگ آلود ہو چکا تھا۔

"تم اس طرف سے جاؤ میں یہاں سے جاؤں گا۔" بالاج نے ماہیر کو بائیں جانب موجود دروازے سے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ماہیر سر ہلاتا اس طرف چل دیا۔اس کے ہاتھ میں ریوالور تھی۔

بالاج بھی اپنے ہاتھ میں موجود گن تھامے آگے بڑھا۔وہاں دروازے تو نہیں لگے تھے لیکن اندر داخل ہونے کا راستہ وہی بنتا تھا۔وہ اندر داخل ہوا تو اندھیرے نے اس کا استقبال کیا۔ ڈھلتی شام کی روشنی میں وہاں مدھم روشنی پڑتی تھی۔

بائیں ہاتھ موجود ایک کمرہ تھا۔وہ آگے بڑھا پھر رک گیا۔وہاں باتھ روم تھے۔اس نے سر جھٹکا۔

www.novelsclubb.com

ماہیر سکندر کا ایک ایک قدم اس سنسان جگہ پر کانوں میں سنائی دیتا تھا۔وہ ریوالور تھامے اندر داخل ہوا۔وہاں اندھیرا نہیں تھا کیونکہ سامنے ہی کھلے آسمان تلے ایک گول اسٹیج اور اس کے سامنے گارڈن تھا۔

۔وہ جبڑے بھینچے آگے بڑھا۔یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہاں کوئی زی روح موجود نہ ہو۔آگے اسٹیج پر کھڑے ہو کر دیکھو تو وہ جگہ بہت زیادہ رقبے پر پھیلی ہوئی تھی۔ دائیں ہاتھ بڑا سا ہال تھا جبکہ بائیں کاریڈور میں کلاسسز تھیں۔ایسا ہی نقشہ اوپر والے پورشن میں بھی بنا ہوا تھا۔

بالاج سکندر آگے بڑھا اور وہاں موجود ایک کلاس میں داخل ہوا۔دروازہ جھٹکا لگنے سے کھلتا چلا گیا۔اس کا سانس رک گیا۔سامنے موجود کلاس روم گرد سے بھرا ہوا تھا۔کرسیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ایک ایک انچ کی گردان پر اپنی تہہ جما چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

گرد کے مرغولے کھڑکی سے آتی ہلکی روشنی میں تیرتے دکھائی دیتے تھے۔وہ باہر نکلا دوسرے کمرے میں گیا، پھر تیسرا، چوتھا اور تمام کمرے چھان مارے۔لیکن وہاں کوئی شے نہ ملی تھی۔

سامنے ہی چند مزید کمرے دکھائی دیتے تھے جو کلاس روم کہیں سے نہیں دکھائی دیتے تھے۔وہ تیزی سے ان کی جانب بڑھا۔دل بے ساختہ دھڑک اٹھا تھا۔اگر اسے کچھ ہو گیا تو وہ کیسے برداشت کرے گا؟

ماہیر کمروں کی تلاشی لے کر جلدی سے ہال کی جانب بڑھا۔ہال کا پچھلا دروازہ بند نظر آتا تھا جو ایک ہی جھٹکے پر کھلتا چلا گیا۔وہ محتاط انداز میں آگے بڑھا۔چوکھٹ سے آتی روشنی کے سبب وہاں روشن ہونے لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

سامنے ایک اور کمرہ تھا اور اس کے دائیں جانب بڑے سے ہال کے اسٹیج کا دروازہ تھا۔وہ آگے بڑھا۔یہ تمام جگہ اسٹیج کا پچھلا حصہ تھا۔راستے میں کسی شے سے ٹکرانے کی ٹھڈ کی آواز کو نظر انداز کر کے وہ اگلے کمرے میں داخل ہوا۔

لیکن وہ دروازہ مضبوط تھا۔ماہیر نے اسے دھکا لگایا وہ کھلا نہ ہی ٹوٹا۔چند بے دریغ دھکوں کے باعث وہ ایک دم ٹوٹ کر دور جا گرا۔وہ تیزی سے اندر گیا۔اور چند لمحات میں ہی زمین اس کے پیروں تلے سے کھینچ چکی تھی۔فضا میں کچھ ایسا تھا کہ وہ سانس روک گیا۔ہر گزرتا لمحہ اسے خوف میں مبتلا کر رہا تھا۔

دھپ دھپ کی آواز پیدا کرتے اس کے قدم سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔نیچے پرنسپل کا آفس تھا، کچن تھا، اسٹاف روم تھا لیکن جیا اور انمول کا نام و نشان بھی نہ تھا۔اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمکیں۔سانس پھول رہا تھا۔عرق آلود پیشانی لیے وہ اوپر آیا۔اس کے انداز میں جلدی تھی۔وقت کم تھا۔

www.novelsclubb.com

وہاں بھی ایک جانب ہاتھ روم تھے وہ آگے بڑھتا گیا۔سامنے ہی نیچے والے کمروں کا اوپری حصہ تھا۔اس کے قدموں میں خود بخود تیزی بھرتی گئی۔سبز رنگ کا ایک دروازہ کھولے وہ اندر آیا، وہاں خاموشی کا راج تھا۔ویسا ہی ماحول جیسا وہ نیچے دیکھ چکا تھا۔

تبھی پیچھے سے کسی کی آواز آئی۔ کسی شے کے چلنے کی آواز وہ آہستہ آہستہ پلٹا، باہر نکل کر دیکھا لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ہاتھ میں پکڑی گن کو سیدھ میں رکھے اس نے وہاں موجود کمروں کی تلاشی لی پھر بائیں ہاتھ موجود کاریڈور میں چل دیا۔آرام آرام سے محتاط قدم اٹھاتے ہوئے،اس سے پہلے کہ وہ دوسرے کاریڈور میں مڑتا۔ وہاں کسی کی سانسوں اور قدموں کی آواز نے اس کے قدم جکڑ لیے۔

وہ دیوار کے ساتھ چھپ کر کھڑا ہو گیا۔وہ بندہ اسی جانب آ رہا تھا۔

"ایک--دو--تین—"وہ ایک دم پلٹا۔دوسرے بندے نے ایک دم اس پر گن تانی اور پھر وہ دونوں گہری سانس بھر کر رہ گئے۔وہ ماہیر سکندر تھا۔

"کچھ ملا۔؟" بائیں ہاتھ موجود لیب کا دروازہ کھولنے کی تگ و دو کرتے اس نے ماہیر سے پوچھا۔

"بہت کچھ۔"اس کی شرٹ گرد سے بھر چکی تھی۔بالوں پر بھی مٹی گری تھی ۔دونوں بیک وقت اندر داخل ہوئے۔

شام ڈھلنے لگی تھی۔اندر گھپ اندھیرا تھا۔ملک نے ہاتھ میں تھامے موبائل سے روشنی کی۔ تبھی اس کی نظریں وقت پر پڑیں تھیں۔

وقت: چھے بج کر پندرہ منٹ۔

"یہ دیکھو۔"اس نے ہاتھ میں موجود کپڑا بالاج کی جانب بڑھایا۔

"یہ.... یہ تو"، موبائل کی روشنی میں نظر آتا وہ کپڑا دیکھ کر بالاج کی رگیں تن گئی تھیں۔

"یہ تو جیا کا دوپٹہ ہے۔"دل میں ہک سی اٹھی۔وہ بے تابی سے اسے اپنے ہاتھ پر لپیٹ گیا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں یقیناً وہ دونوں نیچے تھیں۔یہ بھی وہی سے ملا ہے اور ان کا احساس تھا وہاں، انمول کی خوشبو تھی وہاں۔وہ دونوں وہیں تھیں بالاج۔ہم نے دیر کر دی"اس کا ضبط جیسے ٹوٹ رہا تھا۔بالاج نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔لیکن بعض اوقات

انسان کو تسلی کی ضرورت نہیں ہوتی۔اسے تسلی کے چند حروف سے بہلایا نہیں جا سکتا۔

اس نے شانے جھٹکے۔بالاج وہیں کھڑا تھا۔موبائل کی ٹارچ سے اس نے روشنی چیزوں پر ڈالی وہاں ایک دیوار کے ساتھ الماریاں بنی ہوئی تھیں۔ٹارچ کی روشنی میں یہ بینٹس میں پڑی بوتلوں میں سے اسے ایک شے واضح نظر آئی تھی۔

"ایچ سی ایل(ایسڈ)۔"وہ مسکرادیا بے جان مسکراہٹ۔

"آآآ"ایک دم سے آگے بڑھتے وہ چیخ اٹھا۔پیچھے بالاج سکندر کا مدھم سا قہقہہ گونجا تھا۔اس نے مڑ کر بالاج کو گھورا۔ماتھے کی رگیں تن گئیں۔

"بائیولوجی لیب ایک شے کے بغیر ہمیشہ نامکمل رہتی ہے۔"ماہیر نے اس کی بات پر دانت بھینچے۔دل کیا تھا اس کا جبڑا سہلادے۔لیکن وہ اپنی خواہش پر بند باندھ گیا۔آہ دل کی خواہش دل میں ہی رہ گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اور وہ ہے Skeleton" وہ پھر سے ہنسا کیونکہ ماہیر وہاں رکھے skeleton سے ایک دم ڈر گیا تھا۔ایک تو اندھیرا اوپر سے وہ انسانی ڈھانچہ۔

"شش۔" اس سے پہلے وہ مزید کوئی بات کرتے باہر سے پھر سے ویسی ہی قدموں کی آواز آئی تھی۔

بالاج نے باہر نکل کر جھانکا۔پھر آگے بڑھ کر جلدی سے دوسرے کاریڈور میں دیکھا۔ماہیر بھی اس کے پیچھے تھا۔

اور پھر وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔سامنے ہی سیاہ اور سفید رنگ کی بلی مزے سے کاریڈور میں چلتی جا رہی تھی۔ایک دم اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔دم کھڑی کی، بال بھی کھڑے ہو گئے، میاؤں کی زوردار آواز کے ساتھ وہ وہاں سے دم دبا کر بھاگی تھی۔

"یقیناً وہ تمہاری شکل دیکھ کر ڈر گئی ہے۔بیچاری۔" ماہیر کہاں باز رہنے والا تھا۔

بالاج نے سر جھٹکا۔وہ بلی اس سنسان جگہ پر انسانی وجود دیکھ کر ڈر گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"وہ دونوں آخر جا کہاں سکتی ہیں؟ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے ماہیر، ہم انہیں کہاں ڈھونڈیں گے؟" بالاج کے لہجے میں فکر صاف ظاہر تھی۔

"مجھے معلوم ہے کہ وہ کہاں ہیں۔"

"کہاں ہیں وہ؟" وہ ایک دم اس کی جانب بڑھا۔

"وہیں، جہاں میں نے انہیں بھیجا ہے۔" وہ سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا تھا۔

"کون؟ کس کو بھیجا ہے؟"

"عبید باجوہ اور حسیب کو۔" وہ سکون سے بولتا سیڑھیاں اتر گیا۔ بالاج کے لب اوہ میں سکڑے۔ منزل قریب تھی لیکن کیا واقعی؟

www.novelsclubb.com

"انہیں کیوں؟" بالاج اور وہ اب اسکول کے داخلی راستے کی جانب جا رہے تھے۔

"کیونکہ جنگیں تنہا نہیں لڑی جا سکتیں۔ وہ دونوں کچھ اہم کام پر مامور کیے گئے ہیں۔" اس نے کہا تو بالاج نے سر ہلا دیا۔ پھر جیسے کچھ یاد آیا تھا۔

"اور وہ مومن کہاں ہے؟ تمہارا دوست ہے ناں وہ اور دوست احباب تو ہر مشکل وقت میں ساتھ ہوتے ہیں۔" بالاج سکندر کے لہجے میں بالکل ہلکی سی طنز کی آنچ تھی۔ ماہیر مسکرا کر پلٹا۔

"دوست مشکل وقت میں ساتھ نہیں ہوتے، ان کا احساس ہوتا ہے۔ ان کی دی گئی اسپورٹ اور موٹیویشن ہوتی ہے ساتھ..... اور وہ اب تک میرے مشکل وقت میں ساتھ رہا ہے اب تمہاری باری۔" اس نے بالاج کا کندھا تھپکا۔ بالاج سکندر نے گہری سانس بھری اور آگے چل دیا۔

اس کا سن ہوا دماغ آہستہ آہستہ بیدار ہو رہا تھا۔ سر من من بھاری محسوس ہوتا تھا۔ آنکھوں کے پپوٹوں کو حرکت میں لاتے اس نے بمشکل آنکھیں کھولنے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ کوشش ناکام ٹھہری تھی۔

www.novelsclubb.com

"یااللہ۔" پپڑی زدہ لبوں سے گھٹی گھٹی آواز برآمد ہوئی تھی۔ چہرہ کملایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ کھلے بال کھردرے ہو رہے تھے۔

"آہ۔" کہنی فرش پر ٹکائے اس نے اٹھنا چاہا لیکن وزن کا تناسب بگڑا اور وہ دوبارہ ڈھیر ہو گئی۔

"مم۔ملک۔" آنکھوں کے کنارے نم ہوئے تھے۔ حلق خشک ہو رہا تھا یوں جیسے برسوں سے پیاسا ہو۔ چند ثانیے وہ یونہی بے دم لیٹی رہی تھی اور پھر زمین سے بھرپور اڑیس لگائے وہ اٹھ کر بیٹھی۔ پیچھے کوئی دیوار تھی، وہ ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔ ہڈیوں میں سرائیت ہونے والی ٹھنڈ سے اسے معلوم ہو چلا تھا کہ وہ دیوار پتھر کی نہیں بلکہ لوہے کی تھی۔

www.novelsclubb.com

لمبی سانس خارج کرنے کے بعد اس نے آنکھوں کو دوبارہ کھولنے کی کوشش کی اب کی بار وہ کامیاب ہوئی تھی۔ بھاری پپوٹوں نے ایک سیکنڈ اسے ماحول سے آشنا کرایا اور ایک بار پھر سے وہ بند ہو گئے۔ اسے اتنا معلوم ہوا تھا کہ وہ کسی گھٹن زدہ اور

کم جگہ پر موجود ہے۔ چھوٹے چھوٹے سوراخوں سے باہر کی مدھم روشنی چھن کر اندر رہی تھی۔

درد کی ٹیسوں سے پھٹتے دماغ پر زور ڈالے اس نے کچھ یاد کرنے کی کوشش کی تھی۔

آخری مرتبہ کھلی آنکھوں سے کیا دیکھا تھا اس نے؟

آخر کہاں تھی وہ؟ وہ تو اس کمرے میں تھی لیکن یہاں تک کیسے آئی؟ کون لایا؟

اسے آہستہ آہستہ کچھ سمجھ آنے لگا تھا۔ آخری دفعہ وہ اور جیا ساتھ تھیں۔ جب دروازہ کھلا اور وہی پہلے دن والا لڑکا کھانا لے کر اندر داخل ہوا۔ ٹرے ان کے سامنے رکھی اور انہیں کھانا سارا ختم کرنے کی تاکید کرتے وہ مڑ گیا۔

www.novelsclubb.com

تین دن کی ناقابلِ برداشت بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر انمول ملک نے بھی جیا کے ساتھ مل کر کھانا سارا ختم کیا تھا۔ اور پھر؟

وہ ایک دم سب کچھ جیسے بھول گئی۔ ذہن واپس حال میں پٹخا تھا۔

"یہ آزمائش ختم کر دے میرے رب۔" وہ دل میں پکاری تھی۔

یکلخت کسی احساس کے تحت اس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔ایک دم جیسے اس کے اندر طاقت بھر گئی تھی۔

"جیا۔جیا۔" سرگوشی نما آواز۔وہ ہڑبڑا گئی تھی۔گھبراہٹ سے کچھ بولے بھی نہیں جا رہا تھا۔

"جیا کہاں ہو تم۔؟" وہ سیدھی ہوئی۔اپنے ارد گرد اسے کوئی دوسرا وجود دکھائی نہیں دیتا تھا۔

"جیا۔؟" اس کی آواز رندھ گئی۔حلق میں بہت سے آنسو پھنس گئے تھے۔

"آہ۔" جھٹکے سے کھڑی ہونے کی کوشش میں اس کا سر اوپر چھت سے لگا تھا۔لوہے کی مضبوط چھت۔اس کی آنکھوں سے آنسو پل توڑتے بہہ نکلے تھے۔وہ نیچے بیٹھ گئی۔

www.novelsclubb.com

"کہاں ہو جیا سکندر۔؟" اس کا جسم ٹھنڈے لوہے کے فرش کے باعث ہلکا ہلکا کپکپانے لگا تھا۔ وہ تو پھر بھی ٹھیک تھی لیکن جیا؟ وہ تو ماں بننے والی تھی؟ وہ اور اس کا بچہ؟

"اوہ خدایا۔" وہ دوبارہ سیدھی ہوئی۔ اسے اپنی پرواہ نہیں تھی لیکن اگر جیا سکندر کو کچھ ہوا تو ملک کو تکلیف پہنچتی اور وہ اسے تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ بچوں کی طرح رینگتے ہوئے آگے بڑھی۔ دوسرے کونے کی طرف۔

"جج۔ جیا۔ تم۔" اس کے الفاظ ٹوٹ گئے۔ وہ کسی انسانی وجود سے ٹکرائی تھی۔ یقیناً وہ جیا سکندر تھی۔

"جیا تم ٹھیک ہو؟ اٹھو پلیز۔" اس نے جیا کا وجود جھنجھوڑا۔ لیکن بے سود۔ انگشت شہادت اور دوسری انگلی اس نے ناک کے نتھنوں کے قریب لے جا کر اس کی سانسوں کے چلنے کی تصدیق کی۔ اس کی سانسیں مدھر سی چل رہی تھیں لیکن وہ آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔

www.novelsclubb.com

"اٹھ جاؤ پلیز۔" وہ چیخی۔ جیا کے رخسار پر ہاتھ رکھے وہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھی۔

کسی کے بھیگے لہجے میں کہے گئے جملے جیا سکندر کو دور سے آتے معلوم ہوتے تھے۔ یوں جیسے کوئی اس سے دور کھڑے ہو کر اسے پکار رہا ہو؟ ماؤف ہوتے دماغ میں اسے پہلا خیال بالاج کا آیا تھا۔

"بالاج۔" اس نے لب وا کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں۔ جیا اٹھ جاؤ پلیز ہوش میں آؤ۔" اس نے جیا کو اٹھانے کی کوشش کی۔ وہ انمول کے سہارے اٹھ کر بیٹھی تھی۔

www.novelsclubb.com

"انمول، بالاج آ گئے۔؟" اس کا حلق بھی خشک تھا۔ انمول نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ جیا سکندر کی ہچکیاں ابھرنے لگی تھیں۔

"شش رو نا مت۔ وہ جلد ہی ہمیں ڈھونڈ لیں گے۔" لیکن وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ انمول کا ذہن ایک بار پھر پیچھے جا رہا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد کیا ہوا تھا؟ اور

تبھی ایک جھماکے سے اسے سب یاد آیا۔ کھانا کھانے کی کچھ ہی دیر بعد اس کا سر بھاری ہوا تھا۔ جیا سکندر کی حالت بھی مخفی نہیں تھی۔ ہوش و حواس کھونے سے پہلے اس نے جیا سکندر کو ابکائی کرتے دیکھا تھا۔ یقیناً کھانے میں کوئی sedation ملائی گئی تھی۔

"جیا تم ٹھیک ہو۔؟" اس نے جیا کا چہرہ ہتھیلیوں میں بھرا۔ اس نے زور سے نفی میں سر ہلایا۔

"انمول۔ مم۔ میرا بچہ۔ میرے بچے کو کچھ ہو گیا تو میں کیا کروں گی۔

انمول۔" اسے سانس لینے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ انمول کا دل لرز کر رہ گیا۔ سیڈیشن کا اثر پریگننینسی میں بہت سے مسائل بنا سکتا تھا۔

"جیا۔ تم رکو میں کچھ کرتی ہوں۔" باہر اندھیرا چھا رہا تھا۔ روشنی ختم ہوتی جا رہی تھی۔ ہوش سے بیگانہ ہونے سے پہلے جیا سکندر نے انمول کو روتے اور زور زور سے وہ لوہے کا ڈربہ بجاتے دیکھا تھا۔ پھر وہ ساکت پڑی رہ گئی۔

www.novelsclubb.com

"جیا آنکھیں نہیں بند کرنا پلیز۔ہوش میں رہو۔" وہ چیخ رہی تھی لیکن شاید وہاں کوئی نہیں تھا۔نہ کسی کو آنا تھا نہ کوئی آنے والا تھا۔

ماضی:

اس روز جس شخص کی تلاش اسکے ذمے لگی تھی،وہ کوئی اور نہیں بلکہ جیا سکندر تھی۔اسے نہیں معلوم تھا جہانداد ملک نے یہ کام اسے کیوں سونپا لیکن اسے یہ کرنا تھا۔سرعام نہیں چھپ کر۔ماہیر نہیں ملک بن کر۔

اس نے اس کی تمام تر موٹی موٹی تفصیلات جہانداد ملک کو لا کر دی تھیں۔وہ اسے دیکھ کر خوش ہوئے اور ملک پر سکون ہو گیا۔ہمیشہ کی طرح انہوں نے ماہیر سکندر پر بھروسہ کر لیا تھا۔

وہ کچھ لوگ ہوتے ہیں ناں دوسروں کی وفاداری پر اندھا اعتماد رکھنے والے؟

www.novelsclubb.com

جہانداد ملک کے مذموم ارادوں سے باخبر وہ قدم بہ قدم جیا سکندر کے پیچھے رہتا تھا۔دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر جو اس نے جیا سکندر کو چاکلیٹس دینے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔وہ بھی بند ہو گیا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا وہ جیا کے لیے کسی بھی قسم کی اذیت کا سبب بنے۔

اس نے چند ماہ تک جہاندار ملک کو ٹالا لیکن پھر ایک روز اس کا دل ان کی گفتگو سن کر ساکت رہ گیا۔

"وہ غدار کا بیٹا غدار ہے۔اس لیے مجھے اس پر بھروسہ نہیں۔یہ کام میں تمہیں سونپ رہا ہوں وہ لڑکی مجھے ہر حال میں چاہیے وہاج ملک ورنہ اپنا انجام سوچ لینا۔"

انہوں نے ملک کے ارادوں سے واقفیت پکڑتے یہ کام وہاج کے ذمے دیا تھا۔تو انہیں بھنک پڑ چکی تھی۔

ملک پریشان ہو گیا۔اس رات اس کے دل کا سارا غبار بہہ نکلا تھا۔بچپن کی خوفناک یادیں خواب بن کر اسے ایک بار پھر جھنجھوڑ گئی تھیں۔اس رات اس نے اپنے رب

کا کلام سنتے ہوئے بھی کانوں پر پردے لپیٹ لیے تھے۔اس کی خود غرضی حد سے سوا تھی۔اور وہ اپنی اس خود غرضی کے بھیانک انجام سے ناواقف رہا تھا۔

آزمائش اپنے آنے کا پتہ بتا کر نہیں آتی۔اور پھر اس رات اس نے وہاج ملک کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا تھا۔اس کا دل یہ سوچ کر پسیج گیا تھا کہ اگر جو وہ کچھ دیر سے پہنچتا یا اس روز وہ جہانداد ملک کے ارادوں سے باخبر نہ ہوتا تو؟

یہ خبر جیسے جہانداد ملک کو بھی گراں گزری تھی۔وہ وہاج سے یہ توقع نہیں رکھتے تھے لہذا اسے چند ماہ کے لیے خود سے دور کر دیا۔

انہوں نے جیا سکندر کا قصہ ختم کرنے کرنے کے لیے دن کے وقت اس کی گاڑی پر حملہ کروایا لیکن اس کی خوش قسمتی کہ وہ بچ گئی۔

جہانداد ملک کے اس کام کی خبر ملک کو تھی اس لیے وہ بروقت وہاں پہنچ گیا تھا۔

اسے جیا سکندر اور اپنے گھر والوں کی زندگی اپنی جان سے بڑھ کر تھی۔

www.novelsclubb.com

اس کا کہنا تھا کہ وہ ایک بھیڑیا ہے۔اور بھیڑیے اپنے خونی رشتوں سے وفادار ہوا کرتے ہیں۔

وہ چاہتا تو جیا سکندر اور گھر والوں سے مل سکتا تھا لیکن اس کا یہ قدم جہانداد ملک کے لیے پلس پوائنٹ کا کام کرتا۔اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ جہانداد ملک اس کی کمزوری جان جائیں،اس لیے وہ قریب ہو کر بھی اپنے رشتوں سے دور رہا۔اگر اس کے اس عمل سے اس کے گھر والے حفاظت سے تھے تو اسے یہ دوریاں اور فاصلے منظور تھے۔

"بسمہ آخر کچھ بتاؤ گی بھی کیا ہوا ہے؟"فریال نے جھنجھلا کر سو دفعہ کا کہا سوال دوہرایا۔بسمہ شارق ٹس سے مس نہیں ہوئی۔وہ جب سے واپس آئی تھی یونہی گم سم بیٹھی تھی۔یہاں تک کہ کپڑے بھی تبدیل نہیں کیے تھے۔وہی حلیہ وہی کپڑے وہ اضطراب کی کیفیت میں گھن چکر بنی ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی۔

"کہا ہے ناخاموش ہو جاؤ۔ میری پریشانی کو مزید مت بڑھاؤ۔" وہ ایک دم غصے سے بولی۔ فریال اس کے ہارش رویے پر حیران رہ گئی تھی۔

"اوکے ایزیووش۔" اس نے سر جھٹکا۔ پھر اسٹڈی ٹیبل کے ساتھ رکھی کرسی پر جا بیٹھی۔ ناک پر غصہ بیٹھ گیا تھا۔

"فریال۔" بسمہ کو اپنے لہجے کی سختی کا احساس ہوا تو ندامت نے آن پکڑا۔ یہ ہم اپنی پریشانی میں دوستوں کا دل کیوں دکھاتے ہیں؟ کیوں یہ نہیں جان لیتے کہ ہمیں اپنے دکھوں سے نمٹنے کے لیے دوستوں کی ایموشنل سپورٹ چاہیے ہوتی ہے، انہیں یوں جھڑک کر خود سے دور کر دیں ابیوقوفی ہے۔

"اچھا یار سوری۔ مجھے ایسے بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔" اس کا سر شرمندگی سے جھک گیا تھا۔ فریال نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بک ہاتھ میں پکڑے وہ غصے سے صفحے پلٹاتی جا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"میری دوست، میری بہن پلیز مان جاؤ۔اتنی سی بات کو دل پر مت لو۔" وہ اس کے بیڈ کی پائنتی کی جانب بیٹھ گئی یوں کہ دونوں کے درمیان پانچ فٹ کا فاصلہ تھا۔

"اتنی سی بات نہیں ہے یہ بسمہ۔ کہہ دینے سے اتنی سی بات ختم نہیں ہو سکتی۔ میں تمہاری دوست ہوں اور دوست سے بڑھ کر وفادار کوئی نہیں ہوتا۔ دوستوں کی فرمانبرداری کرنی پڑتی ہے کیونکہ اس سے زیادہ مخلص اور عزیز رشتہ کوئی نہیں ہے۔" اس نے دھپ سے کتاب بند کر کے ٹیبل پر پٹکی۔ ہاتھ سینے پر باندھے وہ سنجیدہ ہو چکی تھی۔

"اور دوستوں کی فرمانبرداری کیسے ہوتی ہے؟"

"ان کی بات مان کر، ان کے ساتھ اپنا ہر دکھ سکھ شئیر کر کے، اور مشکل وقت میں ان کا ساتھ دے کر۔ دوستوں کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ وہ ہمارے کڑے مراحل کے ساتھی ہوتے ہیں۔ دوستوں سے دل کا نہیں روح کا رشتہ ہوتا ہے اور یقین جانو یہ رشتہ سب سے کھرا اور پکا ہوتا ہے۔" اس کا ایک ایک لفظ سچا تھا۔ اس

www.novelsclubb.com

نے فریال کو نہ بتا کر غلطی کی تھی، دوستوں سے وفاداری نبھانی پڑتی ہے ورنہ ہم پلہ دوست بھی بیگانے ہونے لگتے ہیں۔

"سوری کہہ تو رہی ہوں میں۔" وہ منمنائی۔ فریال نے اب کی بار اسے نرم نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"تھینکس اور سوری لوگوں سے کرتے ہیں دوستوں سے نو تھینکس نو سوری۔ ڈنکے کی چوٹ پر بات کرتے ہیں۔" وہ مسکرا دی۔ بسمہ شارق کی ساری کلفت دور ہو گئی تھی۔

ہر شخص اپنی زندگی میں ایک مخلص دوست کا مستحق ضرور ہوتا ہے۔

www.novelsclubb.com

"اب سیدھی طرح سے بتاؤ کہ ہوا کیا ہے؟" وہ اس کے ساتھ بیڈ پر آ بیٹھی۔

"مومن میری کال نہیں اٹھا رہا۔" اس نے منہ بسورا۔ فریال نے گہری سانس بھری۔

"دعا کے سوا میں کیا کر سکتی ہوں؟"

"ایک کام کر سکتی ہو؟"

"حکم کرو۔"

"اتنی فرمانبردار مت بنو میں خوشی سے مر جاؤں گی۔" آنکھوں سے نادیدہ آنسو پیچھے دھکیلتے وہ تڑک کر بولی۔

"تم جیسے شیطانوں کو عزت راس نہیں آتی۔ بولو اب۔" فریال نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

"میرے ساتھ مومن ابراہیم سے ملنے چلو گی؟ اس کے گھر؟" بسمہ نے اس کا ہاتھ اپنی نرم گرفت میں لیا۔

"مم۔ میرا بھلا وہاں کیا کام؟" وہ سٹپٹا گئی۔ بسمہ شارق کی مدھر ہنسی گونجی تھی۔

"اوہو یار۔ تمہیں ساتھ لے جانا تو ایک بہانہ ہے۔ میں مومن سے مل لوں گی اور تم ماما سے مل لینا۔" اس نے چٹکیوں میں ہل نکالا تھا۔

www.novelsclubb.com

اور پھر ٹھیک آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں مومن ابراہیم کے گھر کے سامنے کھڑی تھیں۔

مین گیٹ گارڈ نے کھولا۔ بسمہ کو دیکھ کر اس نے فوراً اندر اطلاع دی تھی۔ وہ دونوں اینٹرنس پر پہنچیں تو دروازہ خود بخود کھل گیا۔ بسمہ شارق کا سانس ایک دم رک گیا۔ اگر وہ سامنے ہوا تو وہ کیسے اس کا سامنا کرے گی؟ کیا وہ اس کا سامنا کرنے کی ہمت رکھتی تھی۔ شاید نہیں یقیناً **'نہیں'**۔

"السلام علیکم ماما۔" سامنے صوفیہ ابراہیم کو دیکھ کر اس کا اٹکا سانس جاری ہوا۔ وہ دوڑ کر ان کے گلے لگ گئی۔

www.novelsclubb.com

"والسلام۔ کیا حال ہے میری بیٹی کا؟" انہوں نے بسمہ کے بال سہلائے۔ اس نے پیچھے ہٹتے اندر جھانکا۔ وہ سامنے تو کہیں نہیں تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ کی طبیعت کیسی ہے اب؟" صوفیہ ابراہیم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر سوالیہ نظروں سے فریال کی جانب دیکھا۔

"یہ میری دوست ہے فریال ساجد، اور فریال یہ مومن ابراہیم کی والدہ ہیں۔" وہ تینوں یونہی باتیں کرتیں اندر چلی گئی تھیں۔

وہ ریسیپشنسٹ کی معیت میں چلتا راہداری کے سرے پر موجود آفس کے قریب آ کر رک گیا۔ فروسٹڈ گلاس ڈور کے اس پار شارق کبیر تھے۔ ریسیپشنسٹ نے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ اسے سخت گھوری سے نوازتا آگے بڑھ گیا۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے پر ٹھنڈک کے احساس نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔

آفس سرمئی رنگ سے ڈھکا ہوا تھا۔ دائیں دیوار گلاس کی تھی جس سے اس پار کا سارا شہر نظر آتا تھا جبکہ بائیں جانب دیوار پر چند تصاویر اور پینٹنگز لٹکی ہوئی تھیں۔ اسی دیوار کے ساتھ سفید کاؤچ رکھے ہوئے تھے۔

کمرے کے نیم وسط میں آفس ٹیبل اور چیئر زر کھی ہوئی تھیں۔ مرکزی کرسی پر کوئی براجمان دوسری جانب رخ کیے بیٹھا تھا ایسے کہ مقابل دیوار میں نصب بڑے سے شیشے میں مومن ابراہیم کے ابھرتے عکس کو وہ باخوبی دیکھ سکتا تھا۔ دفعتاً وہ

تیزی سے گھوما۔ کرسی کی پشت سے ٹیک ہٹائی تھوڑا سا آگے جھک کر آنکھیں سکوڑے مومن ابراہیم کو دیکھا۔ پھر وہ مسکرا دیے۔ شارق کبیر کی سرمئی آنکھیں بھی مسکرائی تھیں۔

"ویلکم۔ ویلکم۔ ویلکم۔" ان کا انداز ہمیشہ کی طرح ہشاش بشاش تھا۔ بالکل تر و تازہ۔

مومن کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔ وہ آگے بڑھا اور پیر کی مدد سے کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔ ایک ٹانگ دوسری پر جمالی۔ شارق کبیر نے ایک دم لب بھینچے صبر سے اسے دیکھا۔ اب کی بار مومن ابراہیم مسکرایا تھا۔ طنزیہ مسکراہٹ۔

www.novelsclubb.com

"کیوں بلایا ہے مجھے۔؟" سنجیدگی حد سے سوا تھی۔

"کیسے ہو؟" وہ کرسی کی پشت سے دوبارہ ٹیک لگا گئے۔

"میں نے پوچھا مجھے یہاں کیوں بلایا ہے تم نے؟" لفظ گویا دانتوں کے درمیان چبائے گئے تھے۔

"سوچ رہا تھا کہ ایک آخری دیدار آمنے سامنے ہو جائے۔" ان کی نظریں مومن ابراہیم کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"کیوں ملک الموت تمہیں لینے آیا ہے؟" مومن کے سوال پر شارق کبیر کا قہقہہ گونجا تھا۔

"کسی کی موت کے فیصلے یونہی نہیں ہو جاتے مومن ابراہیم۔" انہوں نے ہاتھ جھلایا۔ مومن ابراہیم نے سر کو تائیدی جنبشِ دی۔

"زندگی اور موت تو ازل سے لکھی جا چکی ہے۔ پھر کون کہاں کیسے اور کب چلا جائے کسی کو معلوم نہیں؟ میں اور تم کیا چیز ہیں؟" شارق نے ہنستے ہوئے سر دائیں بائیں ہلایا۔

www.novelsclubb.com

"شارق کبیر کی موت اتنی آسان نہیں برخودار۔" انہوں نے سر جھٹکا۔ تبھی مومن ابراہیم کے کانوں میں ایک آواز گونجی تھی۔

"کیا تم میرے لیے ایک قتل کر سکتے ہو؟"

نسوانی آواز ذہن کے پردے پر ابھری تھی۔ مومن ابراہیم کا دل یک بار کئی مرتبہ دھڑک اٹھا تھا۔

"تمہاری موت لکھی جا چکی ہے شارق کبیر۔" وہ آگے کو جھکا۔ گہری بھوری آنکھوں میں سفاکیت تھی۔ کہیں سے بھی اس میں نرمی کی گنجائش نظر نہیں آتی تھی۔

"کیسے؟" وہ کرسی کو جھلانے لگے تھے۔ دائیں سے بائیں اور پھر ہلکی "چر" کی آواز کے ساتھ بائیں سے دائیں۔

"میں تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں۔" مومن نے ٹانگ پر سے ٹانگ ہٹائی۔ دفعتاً وہ میز کے قریب ہوا۔ دایاں ہاتھ میز پر رکھ لیا۔ انداز پُرسکون تھا لیکن آنکھیں۔ گہری بھوری آنکھیں حشر برپا کر سکتی تھیں۔

"ایک وزیر تھا، نام 'نامعلوم'۔ ایک روز بادشاہ نے اسے بازار سے کچھ لانے کا حکم دیا۔ وہ بازار پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ کوئی شخص سیاہ چغہ پہنے اس کے تعاقب میں چل

رہا ہے۔اس نے اپنا خیال جانتے اس بات کو نظر انداز کر دیا۔"اس کی انگلیوں نے پیپر ویٹ پر گرفت جمائی۔

"اگلے دن وہ دوبارہ کسی کام سے بازار آیا تو وہی شخص ایک بار پھر سے اس کے تعاقب میں چل رہا تھا۔وہ ڈر گیا۔اور اس کا ڈر اس پر اس قدر حاوی ہوا کہ وہ بادشاہ سے معذرت کرتا اپنے شہر واپس چلا گیا۔'وہ موت سے بھاگا تھا شاید وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ موت اس کے آگے کھڑی ہے۔"وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں پیپر ویٹ کو گھماتے ہوئے کہانی سنا رہا تھا۔

"ایک دن بادشاہ بازار میں داخل ہوا تو لوگوں کی بھیڑ میں اس شخص کو پہچان گیا۔وہ اسکے پاس گیا اور دریافت کیا کہ تم ہو کون جس سے میرا وزیر ڈر کر بھاگ گیا۔؟سیاہ چغہ پہنے وہ شخص مسکرایا اور بولا: میں وہ ہوں جسے ملک الموت کہتے ہیں اور اس روز میں تمہارے وزیر کو اس شہر میں دیکھ کر حیران ہو گیا کیونکہ مجھے اس کے شہر میں اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔اور وہ مجھ سے بھاگ کر اپنے

www.novelsclubb.com

شہر چلا گیا اور آج وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ بادشاہ سب سن کر دنگ رہ گیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ....."اس نے پیپر ویٹ 'ٹھک' کی آواز سے واپس رکھا۔ کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔

"تم موت سے جتنا بھاگو گے وہ ہمیشہ تمہارے تعاقب میں رہے گی۔" سرمئی آنکھوں میں بھوری آنکھیں عکس بناتی واقعی حشر برپا کر رہی تھیں۔ شارق کبیر ایک دم سیدھے ہوئے۔ ہاتھ بے ساختہ گردن کی جانب بڑھایا۔

"کہانیاں فرضی ہوتی ہیں، ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔" انہوں نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی اور پھر دروازے کی جانب متوجہ ہو گئے۔ ایک دو تین اور پورے تین سیکنڈ بعد دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

"آجاؤ۔" مومن نے چہرہ موڑ کر آنے والے شخص کو دیکھا۔ وہ آگے آیا۔ چائے اور لوازمات سے بھری ٹرے ان دونوں کے درمیان موجود ٹیبل پر رکھی۔

www.novelsclubb.com

"سر چائے۔" آنکھ کے اشارے سے دونوں کپوں کی جانب اشارہ کیا اور باہر چل دیا۔ مومن ابراہیم نے خاموشی سے یہ ساری کاروائی دیکھی تھی۔

"تم آج کے دن میرے مہمان ہو اور شارق کبیر اس مہمان نوازی کو عبادت کی طرح پورا کرے گا۔" انہوں نے مسکرا کر ٹرے سیدھی کی۔

"تم جیسے شخص کی زبان سے عبادت کا لفظ زیب نہیں دیتا۔"

"مومن کو بھی بہت کچھ زیب نہیں دیتا لیکن افسوس کہ تمہارا صرف نام مومن ہے۔" وہ دوبدو بولے۔ پھر چائے کے کپ ٹرے سے اٹھا کر ایک اپنے سامنے رکھا اور دوسرا مومن کی جانب بڑھا دیا۔

www.novelsclubb.com

"مومن ابراہیم کوئی سستی شے نہیں ہے۔ وہ تم جیسوں پر اکیلا ہی بھاری ہے لہذا بچ کر رہو ورنہ مارے جاؤ گے۔" اس نے کپ اپنی جانب کھینچا۔ انداز میں لاپرواہی تھی۔

"مجھے معلوم ہے تم کبھی میرے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگنا چاہو گے۔" انہوں نے ٹرے سے ایک بسکٹ اٹھاتے ہوئے واضح طنز کیا تھا۔ مومن ابراہیم تھم گیا۔

"کیا تم میرے لیے ایک قتل کر سکتے ہو۔؟"

پھر سے وہی آواز۔ وہ پہلو بدل کر رہ گیا۔ شارق کبیر نے اپنی چائے کا کپ نہیں اٹھایا۔

"ایک کہانی تم نے مجھے سنائی ہے، اب ایک کہانی کا اختتام میں تمہیں دیکھاؤں گا۔" شارق کبیر کی آواز میں کچھ تھا جو مومن ابراہیم کو ٹھٹھکا گیا۔ اس نے چونک کر شارق کبیر کو دیکھا اور پھر ہاتھ میں تھامے کپ پر نظر گئی۔ ایک لمحہ لگا تھا اور مومن ابراہیم کو بہت کچھ سمجھا گیا۔ کیا وہ جان ہتھیلی پر رکھے موت کے کنویں میں چھلانگ لگا سکتا ہے۔

"کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہو سکتی مومن ابراہیم؟" دل نے 'ہاں' کی صدا بلند کی تھی۔ وہ کپ لبوں کے قریب لے کر گیا ایک سیکنڈ محض ایک سیکنڈ ناک کے

نتھنوں سے خوشبو اندر کھینچی تھی اور پھر وہ کڑک چائے حلق میں اترتی گئی۔اس نے دھیرے سے کپ ہٹایا پھر شارق کبیر کی جانب دیکھا۔وہ مسکرا رہے تھے۔

"ایسا کیا ہے تم میں مومن کہ میری بیٹی کو تمہارے آگے کوئی نظر نہیں آتا؟"انہوں نے اپنا کپ اٹھایا۔ نظریں مومن ابراہیم کے چہرے کو اسکین کرتی ہوئی تھیں۔

"نہیں ایسا نہیں ہے کہ اسے میرے آگے کوئی نظر نہیں آتا، بات دراصل یہ ہے کہ اسے میرے علاوہ کوئی میسر نہیں رہا۔نہ تم نہ تمہارا پیار۔"چائے کا کپ ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ میں تھامے کپ پر گردش کر رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"جانتے ہو کیا؟میں نے کبھی اولاد کی خواہش نہیں کی تھی۔"ایک دم ان کی آواز میں اداسی در آئی۔

مومن ابراہیم ساکن ہوا انہیں سن رہا تھا۔

ماضی:

اس نے اپنا ایک علیحدہ اپارٹمنٹ لے رکھا تھا۔ وہ اکثر اوقات وہاں جاتا رہتا ورنہ مومن ابراہیم اس میں مقیم تھا۔ اور یونہی ایک روز اس نے مومن کی باتوں میں آکر سکندر حویلی کے چوکیدار کو ایک چٹ دی تھی جس پر اینجل کنندہ تھا۔ اس نے وہ چٹ جیا سکندر تک پہنچانا چاہی تھی۔ اس کے ذریعے وہ یقیناً اس تک پہنچ سکتی تھی۔ زیادہ نہ سہی وہ اتنا جان سکتی تھی کہ اس کا بھائی زندہ ہے۔ لیکن جیا کی کم عقلی کہ وہ اس کی تلاش نہیں لگا پائی تھی۔ وہ اتنی ذہین نہ تھی۔ ملک تب بھی سر جھٹک کر رہ گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

جیا سکندر کی شادی پر ملک کا دل اداس ہوا تھا۔ لیکن وہیں جیا اور بالاج کی شادی کی خبر سن کر ایک طمانیت کا احساس اس کے رگ وپے میں سرائیت کر گیا۔ وہ شادی میں جا سکتا تھا لیکن وہ نہیں گیا۔

بہت کچھ تھا جو وہ کر سکتا تھا لیکن اس نے نہیں کیا۔ کس کے لیے؟ فقط جیا سکندر کی زندگی کے لیے۔ خود سے جڑے اپنے عزیز از جان رشتوں کو کھونے کے ڈر سے، وہ خاموش رہا تھا۔ بالاج سکندر جیسے مضبوط شخص کے ہاتھ میں اس کی بہن تھی اسے فکر کی ضرورت تو نہ تھی۔

ایسے ہی ایک رات اس نے جیا سکندر کو اپنے خوابوں میں روتے ہوئے پایا۔ اس کا دل پسیج گیا۔ وہ فوراً مومن ابراہیم سے ملنے بھاگ نکلا۔

وہ اس کا دوست تھا اور دوست سے بڑھ کر ہم راز کوئی نہیں ہوتا۔

مومن ابراہیم سے مل کر اس کا دل ہلکا تو ہو گیا تھا لیکن پھر بھی دل کو دھڑکا سا لگا رہتا تھا۔ اس کا ہر لمحہ فکر میں گزارنے لگا۔

جہانداد ملک کی خاموشی کسی بڑے طوفان کا عندیہ تھی۔ اور پھر وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔ بالاج اور جیا کی لڑائی ہوئی اور وہ گھر سے نکل آئی۔

www.novelsclubb.com

سکندر ہاؤس کے گرد پہرہ دیتے ملک کے بندوں نے اسے اس بات سے خبر دار کر دیا تھا اور یوں وہ جیا سکندر تک جا پہنچا۔

اس کا سب سے پہلا شک وہاج ملک پر تھا لیکن وہ اس معاملے سے بری الذمہ نکلا۔ بعد ازاں حریم ناز اور عالیہ کا بھی اس واقعے سے دور دور تک کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ لاکھ کوششوں کے باجود بھی اس بندے کو نہیں پکڑ پایا جس نے اس کی بہن کو غم سے دوچار کیا تھا۔ جیا سکندر کی حفاظت کا عہد اس نے اپنے دل سے کیا تھا اور اسے یہ نبھانا ہی تھا۔ جب اس دن بالاج اور جیا کے سامنے اس کا کور بلو ہوا تو وہ خاصا پریشان ہوا تھا۔ اس کا دل ڈر گیا تھا لیکن تمام خدشات دور جا سوئے جب ان دونوں کا ری ایکشن دیکھنے کو ملا۔

اسے رشتوں کو پا کر جو سکون ملا تھا وہ آج تک نصیب نہیں ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ خوش ہو گیا تھا۔ تمام راستے صاف دکھائی دینے لگے تھے۔اور یہی انسان کی سب سے بڑی غلطی ہوتی ہے کہ وہ اپنی خوشی میں بہت کچھ کو بھول جاتا ہے۔خوشیوں کے مل جانے سے زندگی مکمل نہیں ہو جاتی بلکہ آزمائش شروع ہوتی ہے۔

وہ اس خوشی میں مگن اپنی عورتوں کو بھول گیا تھا۔اس کا نتیجہ بھیانک نکلا تھا لیکن اسے اس سب سے نمٹنا تھا۔

کیونکہ وہ محافظ تھا۔

جنگ کا آغاز جہاندار ملک نے کر دیا تھا اسے للکار کر انہوں نے اپنی موت کو للکارا تھا ۔وہ قہر بن کر ان پر ٹوٹنے والا تھا۔لیکن کیا واقعی بدلے کی آگ میں وہ اکیلا جلنے والا تھا؟ کیا واقعی جنگجو مضبوط تھا یا محبت اسے کمزور بنانے والی تھی؟

www.novelsclubb.com

۲۲ اگست کی وہ شام آہستہ آہستہ بیت رہی تھی۔ شام کے سائے پھیل چکے تھے۔ **چھے بج کر تیس منٹ** پر ان دونوں کی گاڑی اس غیر آباد علاقے میں داخل ہوئی۔ آس پاس سوائے ویران جنگل کے کچھ نہ تھا۔ بڑے چھوٹے درخت، خاردار جھاریاں اور پرندوں کی آوازوں کے ساتھ چند ایک جانوروں کی خوفناک آوازیں بھی شامل تھیں۔ یوں کہ اگر اس علاقے کو تم آنکھوں میں بھرنا چاہو تو اس کے دائیں جانب دور بہت دور چند ایک روشن بلب نظر آتے تھے۔ ڈوبتی شام کے سائے میں جگتے وہ بلب اور جگہ جمالیاتی ماحول پیدا کر رہے تھے۔ نظروں کی سیدھ میں دیکھو تو سامنے ہی ایک پرانی اور خستہ حال عمارت تھی۔

www.novelsclubb.com

"ایک کھنڈر اور ویران ویئر ہاؤس"

اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر تمہیں ایک گاڑی کھڑی نظر آئے گی۔ سفید ہنڈا سوک۔ میلوں کی مسافت طے کیے جانے سے اس کے ٹائر گرد سے بھرے پڑے تھے۔ وہ دونوں گاڑی سے نکل کر آگے چل دیے۔ یہ اس ویئر ہاؤس کا پچھلا حصہ

تھا۔سامنے ہی ٹوٹی ہوئی دیوار نظر آتی تھی۔سیاہ کائی زدہ دیوار شام کے پھیلتے اندھیرے میں ہولناک منظر پیش کر رہی تھی۔ان دونوں کے پاؤں تیز روی سے آگے چلتے گئے۔

بالاج نے اچک کر دیوار پھلانگی اور دوسری جانب دھپ کی آواز سے زمین پر پیر رکھا۔اس کی آنکھیں باریک بینی سے ہر شے کا معائنہ کر رہی تھیں۔اس کی تقلید میں ماہیر نے ایک ہاتھ دیوار پر رکھا اور اس سے پہلے وہ دیوار پھلانگ کر دوسری جانب کودتا،دائیں جانب سے ٹھاہ کی آواز بلند ہوئی تھی۔اور پھر خاموشی پھیل گئی۔ دوسری جانب موجود بالاج سکندر کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں بھر لیا وہ ایک دم واپس مڑا۔

آگے بڑھ کر دیکھنے پر اسے ماہیر سکندر دیوار کے ساتھ بیٹھا نظر آیا تھا۔اس کے ہاتھ میں پستول تھی۔اس کی نظروں نے ماہیر سکندر کی نظروں کا تعاقب کیا۔ایک جانب ان کی گاڑی کے تھوڑے ہی فاصلے پر سیاہ یونیفارم پہنے کوئی شخص ڈھیر ہوا پڑا

www.novelsclubb.com

تھا۔مقابل کا نشانہ تو چوک چکا تھا لیکن ماہیر سکندر کے ہاتھوں کبھی نشانہ چوکا نہیں تھا۔

"تم ٹھیک ہو ماہیر؟" وہ دیوار پر جھکا نیچے بیٹھے ماہیر سے پوچھنے لگا۔اس نے نظریں اٹھا کر بالاج کو دیکھا۔اگلے ہی لمحے وہ بالاج سکندر پر جھپٹا تھا۔دوبارہ کہیں سے فائرنگ ہوئی تھی۔اگر وہ بالاج کو نہ بتاتا تو شاید گولی اسے لگ جانی تھی۔وہ دونوں توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے دوسری جانب گرے تھے۔نیچے زمین کچی تھی جوان کی بچت ہو گئی۔

"اپنا بچاؤ کرو۔" اس کی آواز تیز تھی۔بالاج کا ہاتھ اپنی پستول تک گیا۔اور پھر یہ سب رکا نہیں یکایک فضا میں چاروں جانب سے گولیوں کی آواز بلند ہوئی تھی۔ماحول میں بلٹس کی بدبو پھیل اٹھی تھی۔بچاؤ مشکل تھا ناممکن نہیں۔وہ دونوں مختلف راستوں سے وئیر ہاؤس کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ رہے تھے۔کچھ بھی ہو جاتا انہیں یہ سب سر کر کے جانا تھا۔

www.novelsclubb.com

(کسی بھی جنگ کا حصہ بننے کے لیے ضروری نہیں تھا کہ ان کے پاس ساز و سامان موجود ہوتا۔)

اللہ پر توکل کامیابی کی سب سے بڑی کنجی ہے۔ نصرت اور فتح طاقتوروں کا مقدر ہوتی ہے وہ جو اللہ پر یقین رکھتے ہی۔ وہ جو نازاں ہونے کی بجائے عاجزی اپناتے ہیں۔ ان دونوں کا یقین بھی پختہ تھا۔ وہ دونوں اگر اس جنگ میں سرخرو ہوتے تو یقیناً غازی کہلائے جانے والے تھے۔

وہ کھنڈر عمارت بہت پرانی اور خستہ حال تھی۔ رنگ و روغن نہ ہونے کے برابر تھا۔ ماہیر سکندر ایک چھوٹی سی گلی نما راہداری میں دبے قدم اٹھاتا چلتا جا رہا تھا۔ چہرہ دائیں اور پھر بائیں جانب گھماتا وہ محتاط نظر آتا تھا۔

اس نے دائیں دیکھا اور ادھر بائیں جانب سے کسی نے ایک دم اس پر حملہ کیا تھا۔ وہ فوراً جھک گیا۔ بائیں بازو سے مقابل بندے کے وار کو ناکام بنایا تھا اور پھر کھینچ کر ٹانگ اس کے پیٹ میں دے ماری۔ وہ درد سے دوہرا ہوتا دور ہوا لیکن رکا نہیں۔

www.novelsclubb.com

"آہ۔"اس نے آگے بڑھ کر ماہیر سکندر کے .ں.ہ پر مکا رسید کیا۔ایک سیکنڈ کے لیے ماہیر کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا اور پھر اس کی گردن ماہیر سکندر کے شکنجے میں پھنس گئی۔

"لگتا ہے اپنی جان پیاری نہیں تھی تمہیں۔"ایک جھٹکا لگا اور اس کی گردن "کڑک" کی آواز کے دوسری جانب ڈھلکتی چلی گئی۔ماہیر نے کسی اچھوت کی مانند اسے خود سے دور جھٹکا تھا۔پھر وہ بھاگنے کے سے انداز میں آگے بڑھا۔

(وہ دونوں بھی بغیر کسی بڑے ہتھیار کے میدان میں اترے تھے۔)

دوسری طرف بالاج سکندر کا پالا ایک ہٹے کٹے گارڈ سے پڑا تھا۔وہ دوسری طرف چاک و چوبند سا دیکھتا ہاتھ میں بندوق تھامے کھڑا تھا۔بالاج اس سے لڑائی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔وہ آرام سے چند قدم اٹھائے اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔اور بغیر اسے کسی قسم کا شک دلائے اس کی گردن کی مخصوص نس کو دبایا تھا۔وہ تڑپ

کر مڑا اور بھاری بندوق سے بالاج سکندر کے سر پر وار کیا۔ حملہ زور آور تھا لیکن بالاج کی گرفت ہلکی نہیں ہوئی۔ اگلے ہی لمحے وہ گارڈ بے ہوش ہو کر گر پڑا تھا۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔ اور پھر انگلی سے بالوں سے ٹپکتے خون کی بوندوں کو چنا۔ آنکھوں میں تکلیف کے ساتھ حزن اور بدلہ نئے سرے سے اٹھا تھا۔ اس نے گارڈ کو ایک ٹھوکر ماری اور ایک دم پیچھے مڑا۔ سامنے ایک گارڈ کھڑا تھا۔ چہرے پر ماسک تھا لیکن پھر بھی وہ اس کی پیشانی پر نمودار ہوتا پسینہ دیکھ چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی پستول نہیں تھی ایک ڈنڈا نما چیز تھی۔ شاید لوہے کا راڈ۔ جو اگر کسی کو بھی پڑتا تو نانی یاد دلا دیتا۔

"مم۔ میں نے۔ کچھ نہیں کیا۔ مجھے مت مارنا۔" وہ نو عمر سا گارڈ ہکلایا تھا۔ بالاج کی آنکھوں میں استہزاء ابھرا۔ وہ اس کے قریب گیا۔ لڑکے کے ہاتھ سے راڈ ایک دم زمین بوس ہو گیا۔ وہشت سی تھی جو اس لڑکے کو دوسرے گارڈ کے بے ہوش ہونے پر طاری ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"بھاگ جاؤ۔" سرگوشیانہ انداز۔ لڑکے نے مرتے مرتے سر ہلایا۔ حلق تر کرتا وہ سر ہلاتا مڑا اور اس سے پہلے کہ وہ بھاگ پاتا بالاج سکندر نے اسے گردن سے تھامے اس کا سر دیوار میں دے مارا۔

اپنی ریوالور نکالتا گارڈ کا ہاتھ ساکت ہوا تھا۔

"تمہیں کیا لگا تھا میں تمہیں بخش دوں گا اور تم مجھ پر چھپ کر وار کر سکو گے۔ ایسا سوچا بھی کیسے تم نے۔؟" بالاج نے اس کی گردن کر دباؤ بڑھاتے اسے دور پھینکا تھا۔ اس کے اندر دوبارہ اٹھ کر لڑنے کی ہمت مفقود ہو چکی تھی۔

(اور یہ میدانِ جنگ دو چیزوں پر محیط تھا۔ جیت یا فتح اور ہار یا شکست)

www.novelsclubb.com

شارق کبیر کے آفس کا ماحول افسردہ ہو چکا تھا۔ پہلے جیسا تناؤ اداسی میں گھل گیا تھا۔ مومن ابراہیم کی اسپاٹ نگاہیں شارق کبیر کے وجود پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ ہاتھ

میں پکڑے کپ پر نظریں ٹکائے بول رہے تھے۔بہت کچھ تھا جسے وہ مومن ابراہیم کے گوش گزار چکے تھے۔اور بہت کچھ ابھی باقی تھا۔

کچھ الفاظ، کچھ باتیں زہر سے بھی زیادہ زہریلی ہوتی ہیں جو انسان کو ختم کرنے میں دیر نہیں لگاتیں۔

وہ مطمئن تھا کہ اس وقت ان باتوں کو سننے کے لیے بسمہ شارق یہاں موجود نہیں تھی۔ورنہ زہر میں ڈوبے تیر اس کا وجود چھلنی کر جاتے۔

"بے حسی تم پر ختم ہوتی ہے شارق کبیر۔" انہوں نے چونک کر سر اٹھایا۔اپنی بات کے اختتام پر مومن ابراہیم کا جواب انہیں پسند نہیں آیا تھا۔

"غلط، بے حسی کی حد مجھ سے شروع ہوتی ہے۔" وہ استہزایہ ہنسے۔آنکھوں کے کنارے نم تھے۔بالکل ہلکی سی نمی جو غور کرنے پر معلوم پڑتی تھی۔

"اس تمام کہانی کو بتانے کا مقصد صرف اتنا تھا کہ شاید یہ ہماری آخری ملاقات ہو؟"ان کے لب اب بھی مسکرا رہے تھے۔ سرمئی دیواروں نے تاسف سے اس شخص کو دیکھا۔

"شاید نہیں یقیناً یہ ہماری آخری ملاقات ہو گی۔"مومن ابراہیم نے خالی کپ نیچے رکھ دیا۔ شارق کبیر نے اس کی چہرے کے تاثرات جانچے۔ مومن ابراہیم نے ایک دم سے نظریں پورے آفس میں گھمائی تھیں۔

"تم جانتے ہو ایک زہر انسان کو کتنی دیر میں ختم کر سکتا ہے؟"انہوں نے اپنا کپ بڑے دھیان سے ٹرے میں واپس رکھا تھا۔

"کیا تم جانتے ہو تمہارے ایک وفاشعار غلام کو خریدنے میں کتنا پیسہ لگتا ہے؟"مومن ابراہیم کی آنکھیں سارے میں پہلی مرتبہ مسکرائی تھیں۔ شارق کبیر اپنی جگہ تھم گئے۔

www.novelsclubb.com

"کیا مطلب؟"ان کی آواز کانپی تھی۔مومن ابراہیم ایک دم کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔دونوں ہتھیلیاں میز پر رکھے وہ ان کے قریب جھکا۔

"جتنا زہر تم نے میرے کانوں میں انڈیلا ہے،اس زہر کے آگے اس زہر کی کوئی اہمیت نہیں۔"اس نے سر جھٹکا۔انداز جتاتا ہوا تھا۔شارق کبیر کی آنکھیں کھل گئیں۔

"تت۔تم ٹھیک ہو۔"ان کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔مومن ایک دم پیچھے ہوا۔

"آف کارس۔میں بالکل ٹھیک ہوں۔(ہاتھ اٹھائے اور پھر شارق کبیر کی آنکھوں میں اپنی بھوری آنکھیں گاڑھ دیں)لیکن تمہاری زندگی کی کوئی گارنٹی نہیں ہے اب۔"اس کی نظریں شارق کبیر کے وجود پر تھیں۔

www.novelsclubb.com

"میں۔ میں نے زہر کھالیا۔؟ لیکن زہر تو تمہاری چائے میں تھا۔" ان کا ہاتھ گردن کی جانب بڑھا۔ حلق میں کڑواہٹ پھیلی تھی۔ ان کی حالت مومن ابراہیم کو لطف دے رہی تھی۔

"قسمت بچپن سے مومن ابراہیم پر مہربان رہی ہے۔ اس کی اعلیٰ مثال تمہارے سامنے ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے چائے کی جانب اشارہ کیا۔ شارق کبیر کا سانس سینے میں اٹکنے لگا تھا۔ سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ آنکھوں میں ڈھیروں پانی آ ٹھہرا تھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ میری چائے میں زہر۔؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" بے ربط جملے ان کی ابتر حالت کی عکاسی کر رہے تھے۔

"چچ چچ چچ۔ تمہارا وقت قریب آن پہنچا ہے۔ کہا تھا ناں تم جتنا موت سے بھاگو گے وہ تمہارے تعاقب میں رہے گی۔ اور جب جہاں جیسے بھی وہ آئے گی تمہیں نیست و نابود کر دے گی۔" اس نے شارق کبیر کے دل کے مقام پر دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"میں زندہ نہ رہا تو بچو گے تم بھی نہیں۔" انہوں نے جلدی سے اپنا ایک ہاتھ بڑھا کر ٹیبل پر مارا تھا۔ مومن ابراہیم کی نظریں ایک ہی جگہ پر تھیں۔ شارق کبیر کا سانس آہستہ آہستہ بحال ہونے لگا۔

"تمہیں لگتا ہے تم زہر کھا کر مر جانے والی شے ہو؟ تمہیں مارنے کے لیے زہر کی ضرورت نہیں مومن ابراہیم کو۔" وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بول رہا تھا۔ شارق کبیر نے تڑپ کر اس کی جانب دیکھا۔ وہ کیا کر رہا تھا یا کیا کرنے والا تھا اس کی خبر ان کو نہیں تھی۔

انہوں نے تو چائے میں زہر ملوایا تھا تو کیا مومن ابراہیم ان کے بندے کو خرید چکا تھا۔

"تمہیں مارنے کے لیے صرف ایک گولی کی ضرورت ہے۔ اور تم خلاص۔" وہ سفاکیت سے بول کر پیچھے ہٹا تھا۔ شارق کبیر کے چہرے پر انجانہ سا خوف لہرایا۔

www.novelsclubb.com

انہوں نے مومن ابراہیم کی جانب غور سے دیکھا۔اور پھر انہیں یقین ہو چلا کہ ان کی چائے میں زہر نہیں تھا۔چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"شاید یہ ہماری آخری ملاقات ہو۔" وہ دوبارہ بولے۔وہی جملہ جسے وہ اس ساری ملاقات کے دوران بارہا دوہرا چکے تھے۔

"شاید یہ تمہاری آخری سانسیں ہوں۔" مومن ابراہیم کے لفظ اس کے منہ میں تھے۔جب دائیں جانب موجود گلاس وال ایک چھناکے سے ٹوٹی تھی۔کانچ کے ٹوٹنے کی آواز دور دور تک گئی تھی۔یوں جیسے کوئی بم دھماکہ ہوا ہو۔وہ ایک دم شارق کبیر سے دور ہو گیا۔لیکن نظریں ان پر سے نہیں ہٹائیں۔کانچ اڑ کر اسے بھی لگا تھا۔دائیں رخسار پر کٹ لگ چکا تھا۔لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔اس نے دیکھا شارق کبیر سامنے کرسی پر بیٹھے تڑپ رہے تھے۔گولی دل کے مقام پر لگی تھی۔ خون کا ایک فوارہ سا تھا جو ان کے سینے سے بہہ نکلا۔منہ پر بھی خون کے چھینٹے

www.novelsclubb.com

گئے تھے۔ایک،دو، تین سیکنڈ اور پھر ان کا وجود بالکل جامد ہو گیا۔ایک ہاتھ دل کے مقام پر تھا اور دوسرا کرسی سے نیچے ڈھلک گیا۔

'موت یقینی ہوتی ہے کب کہاں کیسے آجائے یہ کسے معلوم ہوتا ہے بھلا؟'

"حیوان کی موت انسان کی بقا ہوتی ہے۔" اس نے کہا۔اور آگے بڑھ کر شارق کبیر کا ہاتھ اٹھا کر ان کی گود میں رکھ دیا۔ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔یوں جیسے ابھی باہر نکل آئیں گی۔ان کا گرم وجود آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونے لگا تھا۔

"آئی ایم سوری۔" پھر وہ پیچھے مڑ گیا۔وہ دروازے کی جانب بڑھنے لگا۔آفس کے دروازے پر لوگوں کا ہجوم اکھٹا ہو چکا تھا۔اس نے ناب پر ہاتھ رکھا۔ایک پل کے لیے گردن بائیں جانب موڑی۔

"کیا تم میرے لیے ایک قتل کر سکتے ہو؟" لفظوں کی بازگشت سنائی دی تھی۔اس نے آنکھیں میچ کر کھولیں۔گلاس وال کا کباڑہ ہو چکا تھا۔نیچے سڑک پر بھی لوگوں کا

www.novelsclubb.com

جھنڈا کھٹا ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن سامنے موجود اونچی عمارتیں بالکل ساکت تھیں۔

مومن ابراہیم کے دل کی طرح ساکت۔

اس نے دھیرے سے ناب گھماتے دروازہ کھول دیا۔ ورکرز کا ریلا سیلاب کی مانند اندر آیا تھا۔ وہ گرتے گرتے بچا۔

"سر۔ سر۔ کیا ہوا آپ کو۔؟" کتنی ہی آوازیں تھیں جو کانوں کے پردے پھاڑتی محسوس ہو رہی تھیں لیکن اس کی توجہ محض ایک آواز پر تھی۔

بسمہ شارق کی آواز۔ سفاک اور ٹھنڈی آواز۔ اگست کی گرمی میں بھی ہڈیوں کو جما دینے والی آواز۔

www.novelsclubb.com

"کیا تم میرے لیے ایک قتل کر سکتے ہو؟"

"کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہو سکتی مومن ابراہیم؟"

"تم محبت کے امتحان میں ہار جاؤ گے" یہ بات اس نے کچھ ہی دیر پہلے مومن ابراہیم کے منہ پر کہی تھی۔ کیا وہ نہیں جانتی تھی کہ مومن ابراہیم ایک ہارا ہوا شخص تھا؟

سب جیت کر بھی ہار جس کا مقدر بنتی ہو، وہ شخص مومن ابراہیم تھا۔

"باس۔" سیکرٹری حماد چلا رہا تھا۔ مومن ابراہیم نے مزید کچھ نہیں دیکھا۔ قدموں پر بوجھ سہارنا اس کے لیے مشکل ہوا تھا۔ وہ موقع غنیمت جانتے وہاں سے بھاگ نکلا۔ اور اسے وہاں سے نکلتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

(میدانِ جنگ میں فتح اور شکست گھڑیال کے پنڈولم کی طرح تیرتی ہیں)

آج سے پہلے بھی اس نے کئی بار ایسی صورتحال کا سامنا کیا تھا۔ جہانداد ملک کے کاموں میں مشکل سے مشکل مراحل آکر گزرے تھے۔ جب وہ اس لڑائی میں سرخرو ہوا تھا تو یہ تو پھر اس کی زندگی کی جنگ تھی۔

وہ ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں مڑنے ہی لگا تھا کہ اس کے قدموں کو بریک لگی۔دوسری طرف راہداری میں کوئی تھا۔قدموں کی چاپ کی آواز ابھر رہی تھی۔کوئی آہستہ آواز میں بات کرتے ہوئے اس کی جانب ہی آرہا تھا۔وہ رک گیا۔ہال میں جانے کی بجائے وہ راہداری کے سرے پر چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ہاتھ میں تھامی پستول کو اوپر اٹھا رکھا تھا۔دوسری جانب موجود شخص بالکل راہداری کے سرے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ایک دو سیکنڈ اور یہاں ماہیر اس پر حملہ کر دیتا لیکن یہ کیا؟

وہ شخص واپس مڑ گیا۔ماہیر نے راہداری میں جھانک کر دیکھا۔وہ فون پر بات کرتا سر ہلاتا دوسری جانب قدم بڑھا رہا تھا۔

"ہیئے یو۔"ایک دم اس کی کرخت آواز گونجی۔ماہیر سکندر کی آنکھیں پھٹ گئیں۔اس نے دروازے کی جانب فائر کیا تھا۔

وہاں یقیناً بالاج تھا۔ماہیر فوراً اندر داخل ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

"کس کو ڈھونڈ رہے ہو۔؟" آرام دہ انداز میں اس نے راہداری کے بیچ و بیچ کھڑے ہو کر اسے پکارا۔

"ملک۔ تم۔؟" وہ ایک دم اس کی جانب مڑا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو پہچانتے تھے۔

"ملک نہیں تمہاری موت۔" گارڈ کو جیسے ایک دم سے کچھ یاد آیا تھا۔ اور اس نے پستول کی نال ماہیر کی جانب کی۔ دوبارہ فائر ہوا لیکن ماہیر سکندر بچ نکلا تھا۔ اس سے پہلے وہ دوبارہ اس پر گولی چلاتا، ماہیر تیر کی تیزی سے اس کی جانب بھاگا۔ گارڈ بوکھلا گیا اور کسی بھی قسم کے ردِ عمل سے قبل ماہیر نے اپنی ٹانگ گھما کر گارڈ کے منہ پر دے ماری۔ راہداری میں انسانی چیخ گونجی تھی۔ اس کی گردن ٹوٹنے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی ہو گی۔

www.novelsclubb.com

ماہیر جھکا اور اسے کھینچ کر اٹھایا۔ گارڈ کی گردن ایک جانب تھی، درد شدید تھا۔ وہ بے ہوش ہونے کے در پر تھا جب ماہیر سکندر نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔ اس نے بمشکل اپنی آنکھیں جھپکیں۔ لڑائی کی ہمت اس کے اندر سے جاتی رہی تھی۔

"انمول کہاں ہیں۔؟" اس نے چبا چبا کر پوچھا۔ ایک ہاتھ سے اس کا گریبان تھام رکھا تھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں پکڑی پستول کی نال اس کی عین کنپٹی پر تھی۔ یخ ٹھنڈی نال کو اپنی کنپٹی پر محسوس کرتے گارڈ کے پسینے چھوٹے تھے۔ وہ موت کے قریب تھا۔

"مم۔ مجھے۔ مجھے نہیں معلوم۔" ٹوٹے پھوٹے الفاظ اس کے حلق سے برآمد ہوئے۔ ماہیر نے پستول زور سے اس کے سر میں دے ماری۔ وہ چیخا۔ اس کی چیخ اونچی تھی۔

www.novelsclubb.com

"جھوٹ نہیں صرف سچ سننا ہے مجھے۔"اس کے عقب میں کسی کی آمد محسوس ہوئی تھی۔اس نے ایک دم مڑ کر اپنے پیچھے دو فائر کیے۔اندر آتے گارڈز دروازے میں ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے تھے۔

"میں سچ۔سچ کہہ رہا ہوں۔آآآ"روح کپکپا دینے والی چیخ ایک بار پھر سے گونجی تھی۔ملک نے اس کی ٹانگ پر فائر کیا تھا۔

"وہ وہ۔وہاں ہیں۔دیوار کے اس پار۔"وہ ایک دم چیخ کر بولا۔ملک نے اسے چھوڑا۔وہ درد سے کراہتا نیچے زمین پر تڑپ رہا تھا۔ماہیر گردن جھکائے گن دوبارہ لوڈ کرنے لگا۔اور اسی دوران سینسر لگی بندوق سے سسس کی آواز سے گولی اس کی جانب اڑتی ہوئی آئی تھی۔جو اس کے مڑنے سے قبل بائیں کندھے کو چھو کر گزر گئی۔وہ درد سے کراہا۔جبڑے بھینچ گئے۔ہڈیوں کو چٹخا دینے والا درد حد سے سوا تھا۔اس نے دیکھا، بائیں کندھے پر سے شرٹ پھٹ چکی تھی۔ہاتھ کندھے پر رکھے

درد کو روکنے کی ناکام سی کوشش کرتے وہ باہر بھاگا۔واپس راہداری کے سرے پر آتے اس نے مردہ گارڈز کو عبور کیا اور تبھی سامنے سے ایک بندہ نمودار ہوا۔

ملک نے بنا دیکھے اس کے پاؤں میں ٹانگ الجھا کر اسے نیچے پٹک دیا۔اور پھر ایک دم اس پر لاتوں اور مکوں کی برسات کر دی۔ایک منٹ کا کھیل تھا اور وہ ادھ موا ہو کر وہاں گر پڑا۔ماہیر نے اپنے کندھے سے رستے خون کو دیکھا اور ایک دم پوری قوت سے اٹھا۔

اس نے جیب سے ٹٹول کر موبائل نکالا۔اور پھر نفی میں سر ہلاتے اسے واپس رکھ دیا۔

www.novelsclubb.com

"کہاں رہ گئے ہو حسیب۔" دل میں آواز لگائی تھی۔

(جیت اسی کا مقدر بنتی ہے جو خود میں کچھ کر دکھانے کی ہمت رکھتے ہوں)

بالاج سکندر جس نے آج تک کسی سے لڑائی نہیں کی تھی۔ کول مائنڈ بندہ جو بلاوجہ کسی قسم کے لڑائی جھگڑوں میں نہیں پڑتا تھا۔ یہاں آکر اسے کیا کیا دیکھنا پڑ رہا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔

لیکن وہ دو جانوں کو بچانے کے لیے اپنی جان داؤ پر لگا سکتا تھا۔ بلکہ وہ داؤ پر لگا چکا تھا۔ اس نے پلٹ کر ایک جانب درد سے چیختے چلاتے بندے کو دیکھا اور پھر اپنے ہونٹوں کے قریب سے خون کی بوند چن لی۔

اب وہ اگلے کسی حملے کا منتظر تھا۔ لیکن چاروں جانب جیسے سکوت چھا چکا تھا۔ ویئر ہاؤس کا وہ ایریا بہت ویران نظر آ رہا تھا۔ اس نے قدم آگے بڑھائے۔ خود بخود تیزی سے بڑھتے قدم ایک کمرے کے دروازے پر رک گئے۔ وہ گہرے سانس بھرتا ٹھہر گیا۔ دوسری جانب یقیناً کوئی موجود تھا۔ اور وہ جو کوئی بھی تھا آج بالاج سکندر کے عتاب سے نہیں بچنے والا تھا۔

www.novelsclubb.com

'ٹھاہ' کی آواز سنتے اس نے دہل کر آنکھیں وا کیں۔ سر میں اٹھتی ٹیسوں نے کچھ دیکھنا محال کر رکھا تھا۔ مشکل سے ہی سہی وہ آنکھیں کھولنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ اس نے دیکھا جیا سکندر کا وجود بے ہوش پڑا تھا۔ اسے بے ہوش ہوئے آدھ سے زائد گھنٹہ گزرنے والا تھا۔ اس کا دل چاہا چیخ چیخ کر روئے لیکن حلق سوکھ چکا تھا۔ آواز نکلنے سے انکاری تھی۔ وہ آگے کو ہوئی اور اس ڈربے نما چیز میں موجود سوراخ سے باہر جھانکا۔ گرمیوں کی شام تھی۔ اندھیرا مکمل چھایا نہیں تھا لیکن سب کچھ اسے دھندلا نظر آ رہا تھا۔ اس نے آنکھیں مسلیں اور دوبارہ باہر دیکھنا چاہا۔ غور سے دیکھنے پر اسے معلوم پڑتا تھا کہ وہ زمین پر موجود نہیں ہے۔ ہاں وہ زمین اور آسمان کے درمیان معلق تھی۔ یقیناً دوسری منزل پر۔ اس سوراخ سے دیکھے جانے پر سامنے موجود دیوار ٹوٹی ہوئی نظر آتی تھی۔ یقیناً وہ ٹوٹ کر نیچے گر چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

تبھی واپس بیٹھنے سے قبل اس کی نگاہ پھسلتی ہوئی دور قطعے پر پھیلتی گئی۔وہاں ایک گاڑی کھڑی تھی۔سفید ہنڈا سوک۔اور اس کے کچھ فاصلے پر بے سود پڑا کوئی شخص۔

"ملک۔"اس کی پکار میں کچھ تھا۔سر شاریت بھر دینے والا احساس آنسو تواتر چہرے پر گرنے لگے تھے۔وہ آنسو خوشی کے آنسو تھے۔لب آپ ہی آپ بنجر مسکراہٹ میں ڈھلنے لگے۔سر کا درد جیسے دور بھاگنے لگا تھا۔حلق میں آنسوؤں کا پھندا اٹکا تو انمول کا خشک حلق تر ہو گیا۔اس نے چیخنا چاہا لیکن پہلی دفعہ میں آواز بلند نہیں ہوئی۔

"ملک۔"وہ حلق پھاڑ کر چیخی تھی۔ہتھیلیوں سے لوہے نما وہ ڈربہ بھی بجا ڈالا۔لیکن دوسری جانب جیسے کسی نے سنا ہی نہیں تھا۔اور پھر کچھ وقت بعد اسے گولیوں کی آواز آنا شروع ہوئی۔اس کا رواں رواں ملک کے لیے دعا گو تھا۔وہ سوراخ سے باہر نظریں ٹکائے بیٹھی تھی۔

www.novelsclubb.com

یوں جیسے کوئی پیاسا کنویں کے کنارے پر بیٹھا ہو۔جو کنویں سے پانی نہ نکال پانے پر آنکھوں سے خود کو سیر اب کر رہا ہو۔یا وہ جسے کنویں کے کنارے بیٹھ کر بھی پانی ملنے کی آس باقی ہو۔

وہ بھی امید لگائے بیٹھی تھی۔لیکن!

امیدیں تو وابستہ ہی ٹوٹنے کے لیے ہوتی ہیں۔

لاؤنج میں رکھے نیلے رنگ کے صوفوں پر اس وقت وہ تینوں عورتیں براجمان تھیں۔صوفیہ ابراہیم اور بسمہ شارق ایک جانب صوفے پر بیٹھی تھیں۔جبکہ ان کے سامنے ہی دوسرے صوفے پر فریال ساجد بیٹھی ہوئی تھی۔اسے صوفیہ ابراہیم سے مل کر بہت اچھا لگا تھا۔وہ نہایت ہی خوبصورت اخلاق رکھتی تھیں۔وہ پل میں ان سے مرعوب ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

"آپ سے مل کر بہت اچھا لگا آنٹی۔آپ بہت نائس خاتون ہیں۔"اس کی تعریف پر وہ مسکرا دیں۔

"ہاں بس اللہ جانے بیٹا کس پر چلا گیا ہے۔"بسمہ شارق کی زبان میں کھجلی ہوئی تھی۔صوفیہ ابراہیم نے اس کے سر پر ہلکی چپت رسید کی۔

"میرا بیٹا لاکھوں میں ایک ہے۔"انہوں نے باور کرایا۔

"جی لاکھوں میں جو ایک پیس بجتا ہے وہ مومن ابراہیم ہی ہے۔"وہ بڑبڑا کر رہ گئی۔

"نظر نہیں آرہا'آپ کا بیٹا'۔کہاں ہے وہ؟"

"وہ تو صبح سے اب تک گھر نہیں آیا۔"بسمہ شارق کی آنکھوں میں اچھنبا ابھرا۔دل وسوسوں میں گھر چکا تھا۔اس کی آنکھوں کا سوال پڑھتے صوفیہ ابراہیم نے مزید بتایا۔

www.novelsclubb.com

"صبح کہہ رہا تھا ماں دعا کرنا کہ مجھے وہ مل جائے جس کی میں نے کبھی خواہش نہیں کی۔" وہ بولیں تو فریال ساجد کی نظریں بسمہ پر اٹھی تھیں۔

"بھلا بتاؤ جسے مانگو گے نہیں وہ تمہارے نصیب میں کیسے آئے گا؟" ان کے چہرے پر اداس مسکان تھی۔ بسمہ نے سر ہلایا۔

"انسان کی دعا میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔؟" سوال فریال کی جانب سے تھا۔

"اتنی کہ دعا فرش سے عرش تک کو ہلا دیتی ہے۔ انسان دعا کے ذریعے اپنے رب سے مانگتا ہے۔ اور وہ رب کبھی اپنے بندوں کو مایوس نہیں کرتا۔ ہر حال میں اس سے فریاد کرتے رہنا چاہیے کیونکہ دعا ایک عبادت ہے اور عبادتیں ترک نہیں کی جا سکتیں۔" ان کی آواز میں سحر تھا۔ ویسا ہی سحر جو کسی بھی راہ بھٹکے کو سیدھے راستے پر لانے کا ہنر رکھتا ہو۔

"اور انسان کتنا ناشکرا ہے ناں میسر پر بھی صبر نہیں کرتا اور غیر میسر کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے۔" وہ کسی گہری سوچ کے زیرِ اثر کہہ رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا بسمہ اس

جہاں میں نہیں تھی شاید۔اور تبھی ایک دم سے ڈور بیل بجی تھی۔وہ چونک کر متوجہ ہوئی۔

"مومن ہوگا۔" وہ اٹھنے لگی تھیں۔

"آپ بیٹھیں میں دیکھتی ہوں۔" بسمہ نے ان کے ہاتھ کر اپنا ہاتھ رکھا۔اور ایک نظر فریال ساجد کو دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔اس کا رخ باہر کی جانب تھا۔اینٹرنس کا دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا مومن ابراہیم اندر کی جانب کی آرہا تھا۔

چال میں عجیب بے گانگی تھی۔بال ماتھے پر بکھرے تھے۔گہری بھوری آنکھیں سرخ تھیں۔صدیوں کی تکان نے انہیں بوجھل کرر کھا تھا۔وہ جھکے سر کے ساتھ چلتا ہوا آگے آیا۔کسی کو کھڑے دیکھ کر جھکا سر اٹھایا تو سامنے ہی وہ کھڑی تھی۔وہ کچھ دیر پہلے والے لباس میں ملبوس تھی۔

بسمہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔سرمئی آنکھوں کا بھوری آنکھوں سے زوردار تصادم ہوا تھا۔کچھ تھا جو بسمہ شارق پل میں اپنی نظریں پھیر گئی۔وہ اس سے چند

قدم کی دوری پر آ کھڑا ہوا تھا۔ دائیں ہاتھ کی بند مُٹھی میں کوئی شے تھام رکھی تھی۔ پیشانی عرق آلود تھی لیکن ہلکی پھلکی ہوا تو سرد معلوم ہوتی تھی۔ بارش کا اثر تھا جو موسم خوش گوار تھا۔ پھر اس کا حال ایسا کیوں تھا؟

"کیسے ہو۔؟" وہ بولی تو لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔ مومن ابراہیم کا ذہن شارق کبیر کے آفس جا پہنچا۔

(مجھے کبھی اولاد کی خواہش نہیں رہی تھی۔ وجہ میرے اعمال تھے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ اولاد میرے لیے کسی قسم کی زنجیر بنے۔ کیونکہ زنجیریں جکڑ لیں تو چھٹکارا ناممکن ہو جاتا ہے۔ میں نے سارہ کو قائل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ بضد تھی کہ پہلی اولاد وہ بھی بیٹی کو وہ ختم نہیں کر سکتی۔ میں ملک سے باہر تھا اور جب واپس آیا تو اس کے دنیا میں آنے کے دو ماہ باقی تھے۔ میں نے اسے ختم کرنا چاہا۔ لیکن بد قسمتی سے وہ بچ گئی اور اس کی ماں مر گئی۔ کسی کو معلوم نہیں ہو سکا کہ سارہ کا قاتل کون تھا۔ سب نے اسکی موت کو ارلی پریگنینسی کا نتیجہ سمجھا۔)

"شکست خوردہ۔" ایک لفظ اور پھر خاموشی چھا گئی۔ مومن ابراہیم نے کوئی بات کی نہ ہی بسمہ شارق نے کچھ پوچھا۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہ گئی۔

"کیا تم بابا سے ملے ہو۔؟" مومن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ بسمہ کا سانس بندھ گیا تھا۔ دل میں خون کی گردش تیز ہوتی گئی۔ لیکن مومن ابراہیم جیسے اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔

(بیٹی کی پیدائش میرے لیے پھانسی کا پھندہ تھی جو مجھے کسی بھی وقت موت کے قریب لے جا سکتی تھی۔ لیکن میں نے اسے اپنے پیروں کی زنجیر نہیں بننے دیا اور اسے آیا کے حوالے کر دیا۔ اس کی پرورش کیسے ہوئی، کن حالات میں ہوئی، اس نے کیا سیکھا، کیا کرنے کو ملا، مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔ اس نے سر اٹھایا تو اپنے باپ کو عیاش آدمی پایا۔ اس کا جس سے پالا پڑا اس نے اسے چوٹ دی۔ جس مرد کو اس نے اپنی زندگی میں دیکھا اسے وہ اپنے باپ جیسا لگا، لگتا بھی کیوں ناں؟ بیٹیوں کا تو آئیڈیل اس کا باپ ہوتا ہے ناں اور جب اس کا باپ ہی ایک ایسا مرد تھا جس کی

www.novelsclubb.com

معاشرے میں کوئی وقعت نہیں تو وہ کیسے کسی دوسرے مرد پر بھروسہ کر سکتی تھی؟)

"میں اس محبت کے امتحان میں کامیاب ٹھہرا ہوں بسمہ شارق۔" اس نے ہاتھ میں موجود چٹ بسمہ شارق کے ہاتھ میں تھمادی۔ اس کا وجود سن ہو گیا۔ فضا میں جیسے حبس طاری ہونے لگی تھی۔ وہ کچھ نہیں کہہ سکی۔

"اسے ابھی کھولنا مت، کم از کم جب تک تمہیں میں نہ کہوں۔" بسمہ نے ہاتھ کی مٹھی بند کر لی۔ گرفت مضبوط کر لی جیسے وہ بہت قیمتی شے ہو۔

"کیا تمہیں میری شرط یاد ہے؟" اس نے بسمہ کی آنکھوں میں دیکھتے سوال کیا۔ سوال تھا یا کیا؟ بسمہ شارق نے آنکھیں میچ لیں۔

"ہاں۔" ٹھنڈی سانس خارج کی۔ یہ سب تو طے تھا پھر طے شدہ بات سے کیسے مکرا جا سکتا ہے۔؟

www.novelsclubb.com

(وہ مجھ سے بددل ہوتی گئی حتیٰ کہ وہ مجھ سے نفرت کی دعویدار ہے لیکن ایک بیٹی کبھی اپنے باپ سے نفرت کر ہی نہیں سکتی۔دل کے کسی کونے میں باپ کی محبت کا بیج ضرور موجود ہوتا ہے۔فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ اسے ملنے والی غذا کا نام نفرت رکھ دیا جاتا ہے۔ نفرت اور محبت اور پھر جہاں یہ دونوں جذبے پائے جاتے ہوں وہاں تباہی کے سوا کچھ نہیں آسکتا۔اس نے دانستہ طور پر اس بیج پر دھیان نہیں دیا، دیتی تو آج وہ میرے ساتھ ہوتی۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔وہ نفرت کے سامنے میری محبت کو ہار گئی۔اور جب اس نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو مجھے وہ ایک روشن اور چمکتا ہوا ستارہ نظر آئی تھی۔(ان کی آنکھوں میں کرب ابھرا)وہ میرے لیے ایک جیک پاٹ تھی۔(مومن ابراہیم کی قاتلانہ نگاہوں کو دیکھ کر وہ آسودگی سے مسکرائے)۔دولت کی حوس انسان کا ضمیر مار دیتی ہے۔شاید اسی لیے میں نے پہلے اسے تکلیف دی، پھر اذیت سے دوچار کیا اور آخر میں اپنے مقاصد کے لیے

www.novelsclubb.com

استعمال کرنا چاہا تو میں ہار گیا (مومن ابراہیم مسکرایا تھا)۔ میری ہار کی وجہ تم بنے مومن ابراہیم۔)

"تو پھر ثابت کرو کہ بسمہ شارق اپنی زبان سے پھرتی نہیں۔" وہ غور سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ بسمہ نے نظریں اٹھائے اسے تکا۔ وہ اس سے دراز قد تھا۔ بسمہ اس سے چھوٹی نظر آتی تھی۔ ان کا میچ پرفیکٹ تھا۔

"مم۔ میں ویسا ہی کروں گی جیسا تم نے کہا تھا۔ لیکن...."

"لیکن کیا؟" اس نے ٹھہر کر پوچھا۔

"لیکن جب تم اس امتحان میں کامیاب ہو گے۔" اس نے شہادت کی انگلی اٹھائی اور مومن کے دل کے مقام پر رکھی۔ وہ ایک دم جیسے منجمد ہو گیا تھا۔ جسم کا سارا خون نا جانے کیوں چہرے پر آن ٹھہرا تھا۔ بسمہ نے اسے سرخ پڑتے دیکھا۔ آن کی آن چہرہ جھکا کر تھوڑا سا مسکرائی۔

www.novelsclubb.com

"تمہاری آنکھیں جھوٹی ہیں مومن، یہ جھوٹ بولتی ہیں کہ تم اس امتحان میں سرخرو ہو کر آئے ہو۔ جبکہ تمہارا دل بھی اس بات کا گواہ ہے کہ تم فیل ہو چکے ہو۔" اس نے انگلی سے دو مرتبہ اس کے سینے پر دستک دی۔ مومن کی آنکھوں میں تکلیف کے ساتھ حیرانی کا عنصر نمایاں ہوتا گیا۔

"گریٹ! تجزیہ اچھا ہے...." اس نے داد دینے والے انداز میں ابرو اچکائے۔ اور بسمہ شارق کا ہاتھ نرمی سے جھٹک دیا۔ وہ مزید کچھ دیر یہاں رکتا تو یقیناً اس کے دل نے کچھ اور راز کھول دینے تھے۔ آہ یہ دل بھی ناں!

"لیکن میرے لیے نہیں ہے۔" اس نے اب کی بار بسمہ کو نہیں دیکھا تھا۔ قدم آگے بڑھانے چاہے۔

www.novelsclubb.com

"میں نے سنا ہے کہ دعا میں بڑی طاقت ہوتی ہے وہ اس چیز سے بھی آپ کو نواز دیتی ہے جس کا آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ دعا حاصل کا ذریعہ ہے۔ دعا تو وہ عبادت ہے جو رب سے جوڑتی ہے۔ اور وہ رب پھر سب عطا کر دیتا ہے تو پھر یہ سب

کیوں؟" وہ رو دینے کو تھی۔اس کا چہرہ اس کے اندر ہوتی ٹوٹ پھوٹ کی روداد سنا رہا تھا۔

مومن اس کی بات کو سمجھ چکا تھا۔وہ رک گیا۔یوں کہ دونوں کا کندھے سے کندھا ملا ہوا تھا۔لیکن دونوں کے رخ مخالف سمت میں تھے۔

(تم آئے اور میری بیٹی کو مجھ سے دور لے گئے۔اس نے مجھ سے میری آدھی دولت چھین لی۔اور جانتے ہو یہ کاری وار مجھے یوں لگا تھا کہ میری دولت کی بھوک نئے سرے سے بڑھ گئی جیسے بھوکے جانور کے آگے سے کھانا اٹھا لینے پر وہ بپھرتا ہے بالکل ویسے ہی میرے جذبات بھڑکے تھے۔لیکن تم نے ہر جگہ اسے پروٹیکٹ کیا،اس کی مدد کی اور مجھے یہ شکست قبول نہیں۔تمہیں مارنا میرے لیے مشکل نہیں ہے،اسے جان سے مار دینے کی بات سن کر میرا دل کانپ جاتا ہے۔باپ ہوں ناں ایسا تو ہو گا۔لیکن جب تک میں اپنے جسم کے اس عضو کو کاٹ کر نہیں پھینکو گا جو مجھے تکلیف دے رہا ہے،تب تک میں سکون سے نہیں بیٹھ سکتا۔کیونکہ مجھے

دولت سے عشق ہے اور پیسے کی چمک انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ جلد یا بدیر تم دونوں کو ختم ہونا ہوگا۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"بے حسی کی حد تم پر ختم ہوتی ہے شارق کبیر۔" وہ کہہ رہا تھا)

تمام مناظر چھٹ گئے۔

اس کے ساتھ بسمہ شارق کھڑی تھی۔ وہ محبت کی پیاسی تھی۔ اس کے ارد گرد کے تمام مرد اسے ایک جیسے لگتے تھے۔ پھر بھی وہ مومن ابراہیم سے محبت کر بیٹھی تھی۔ کیوں؟

'کیونکہ دو ٹوٹے ہوئے دل مل کر جڑ سکتے ہیں۔'

www.novelsclubb.com

شاید وہ یہی جانتی تھی یا شاید وجہ کچھ اور تھی۔ جو بھی وجہ تھی اس وقت مومن ابراہیم کے لیے بسمہ شارق کے سوال کا جواب دینا سب سے مشکل ترین کام تھا۔

"اللہ تعالیٰ انسان کو اس سے نوازتا ہے جو اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔" اس نے سوال کا جواب اسی کے انداز میں دیا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئی۔

"لیکن انسان تو ہمیشہ بہتر سے بہترین کی تلاش میں رہتا ہے۔" اس نے نظروں کا ترچھا رخ مومن کی جانب موڑ لیا۔

"ہاں کیونکہ انسان ہے ہی ناشکرا۔" وہ منہ کے زاویے بگاڑ کر بولا تھا۔ بسمہ کو اس کی حرکت پر ہنسی آ گئی۔

وہ تھا ہی اتنا دلکش کہ اس کی ہر ادا پر وہ دل ہار بیٹھتی تھی۔

وہ گہرا سانس بھر کر رہ گئی یہ شخص مشکل تھا لیکن اسے سمجھنا ناممکن نہیں تھا۔ اور ہر ناممکن کو ممکن بنانے کے لیے صبر کرنا پڑتا ہے۔

"اندر کون ہے؟" اسے باتوں کی آواز آئی تو پوچھ بیٹھا۔

"فریال آئی ہے میرے ساتھ۔" اس کی بات پر مومن ابراہیم نے سر ہلا دیا۔

"مومن۔" وہ دوبارہ کچھ کہنے لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

"مجھے۔ریسٹ کرنا ہے۔ایکسکیوزمی۔"وہ آگے بڑھ گیا۔بسمہ نے کھلے لب بند کر لیے۔اور گہری سانس بھر کر رہ گئی۔مومن ابراہیم کو پالینا اتنا آسان نہیں آخر کب اسے اپنی ریاضت کا صلہ ملے گا؟

موٹے موٹے آنسو اس کی آنکھوں میں جمع ہونے لگے۔اس نے آنسو صاف نہیں کیے۔دفعتاً فریال ساجد باہر آئی تھی۔

"بسمہ تمہارا موبائل کب سے رنگ کر رہا ہے۔"فریال نے موبائل اس کی جانب بڑھایا۔بسمہ کو مزید رونا آنے لگا تھا۔

"تم جاؤ میں آتی ہوں۔"اس نے موبائل پر آتی کال ریسیو کی۔اور فریال کے اندر جانے کے بعد دروازہ بند کر دیا۔اب وہ وہاں تنہا کھڑی تھی۔نمبر انجان نہیں تھا۔ بسمہ شارق کا دل سکڑ گیا۔

www.novelsclubb.com

وہ ایک ہال نما کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وہاں اندھیرا تھا لیکن چھت سے لٹکتا سو واٹ کا بلب روشنی کرنے میں محو نظر آتا تھا۔ دائیں بائیں جھولتا وہ بلب عجیب سا فسوں بنا رہا تھا۔ تبھی کسی کے قدموں کی چاپ ابھری تھی۔ بھاری بوٹوں والے قدم۔ زمین پر دھپ پیدا کرتے قدم آہستہ آہستہ اسی کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔ وہ چوکنا ہو گیا۔

ماہیر سکندر کی ساری توجہ خود پر سے اور اس بلب پر سے ہٹ کر آنے والے شخص کی جانب گئی تھی۔ اگر تم اس کمرے کا نقشہ اپنی آنکھوں میں سمونا چاہو تو تمہیں چار دیواری نظر آئے گی جس کی دیواریں ٹوٹی پھوٹی تھیں۔ چھت البتہ مضبوط تھی۔ اس کے دو دروازے تھے۔ ایک وہ جہاں سے ماہیر سکندر اندر داخل ہوا تھا اور دوسرا بالکل اس کے مخالف سمت میں تھا۔ جبکہ کمرے کے وسط میں کھڑے ماہیر سکندر کے سامنے موجود دیوار خالی تھی۔ جس پر اسپرے پینٹ سے بہت کچھ لکھا گیا تھا کہ کوئی ایک لفظ بھی سمجھ میں آنے سے قاصر تھا۔ سر براہی دیوار کے

www.novelsclubb.com

دائیں جانب سے ایک راہداری سی نکلتی تھی۔وہ قدموں کی آواز وہیں سے آ رہی تھی۔ماہیر سکندر کا ہاتھ رینگتا ہوا اپنی پستول کی جانب بڑھ گیا۔وہ آنے والے کو کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں دینا چاہتا تھا۔

دوسری طرف راہداری سے ایک بندہ ہاتھ میں بھاری بندوق تھامے باہر نکلا تھا۔

"وہیں کھڑے رہو،ورنہ شوٹ کر دوں گا۔"اس کی آواز پر ماہیر سکندر کے لب بھینچ گئے۔وہ جانتا تھا یہ کس کی آمد ہے۔گردن کی رگیں تن گئی تھیں۔اس نے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔اور پھر وہاں سے ایک شخص اندر داخل ہوا تھا۔

ماہیر سکندر کا شکار اس کے سامنے تھا۔جہاندادملک اپنی پوری وجاہت کے ساتھ وہاں آئے تھے۔سفید کافتان نما سوٹ پہنے وہ اپنے ہاتھوں کو پشت پر باندھے ہوئے تھے۔سفید وسیاہ کھچڑی جیسے بال جیل سے پیچھے سیٹ کر رکھے تھے۔مبادا وہ کسی دعوت میں شرکت کے لیے آئے تھے؟

www.novelsclubb.com

ان کے پیچھے سے چھ سات بندے نکل کر پورے کمرے میں بکھر گئے۔وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"ایک شیر کو مارنے کے لیے اتنے گیدڑ؟لیکن افسوس تمہارے لیے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔"اس نے طنز اچھالا تھا۔جہانداد ملک اسے دیکھ رہے تھے۔یا شاید وہ پہلی بار اسے ان نظروں سے دیکھ رہے تھے۔آج ان کی نظروں میں سب کچھ تہس نہس کر دینے کا عزم تھا۔لیکن ماہیر سکندر کی نظروں میں وہ عزم وارادے کوئی معنی نہیں رکھتے تھے۔

کیونکہ کمزور عزائم انسان کو ختم کر دیتے ہیں۔

www.novelsclubb.com

"ہیلو۔"اس کی آواز میں لرزش تھا۔ دوسری جانب کوئی شخص ہکلاتے ہوئے اسے اپنی بات سے آگاہ کر رہا تھا۔اسے آس پاس کی دنیا ساکت ہوتی نظر آئی تھی۔

"کیا۔"اس کے لب ہلے۔آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔اس نے خود کو رونے سے باز رکھنے کے لیے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔سینے میں جیسے کسی نے خنجر گھونپ دیا تھا۔ اس کی تکلیف ہر احساس پر بھاری تھی۔

"بابا۔"قدموں نے ساتھ چھوڑا تو وہ وہیں گر پڑی۔دروازے کی دہلیز پر بیٹھی بسمہ شارق کا دل کپکپا گیا تھا۔خوف و ہراس نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا تو اس نے ہزیانی انداز میں کان سے موبائل ہٹا کر زمین پر پٹکا۔ٹھنڈے فرش پر دروازے کے ساتھ سمٹ کر بیٹھی وہ لڑکی بسمہ شارق نہیں تھی بلکہ ایک بیٹی تھی۔اور جانتے ہو کیا؟ بیٹیوں کا دل بہت نازک ہوتا ہے خاص طور پر باپ کے لیے ان کے جذبات کبھی پتھر نہیں ہو سکتے لیکن اس کا دل نا جانے کیسے پتھر بن چکا تھا۔

وہ مکمل سیاہ تھی۔اور اس کی سیاہی اسے کھا رہی تھی۔آہستہ آہستہ،آرام آرام سے اس کا وجود سیاہی کی لپیٹ میں آ رہا تھا۔وہ جانتی تھی سیاہی کے بعد کچھ باقی نہیں

www.novelsclubb.com

رہتا۔سب کچھ ملیامیٹ ہو جاتا ہے اور پھر بہت دیر بعد احساس ہوتا ہے تب جب خالی ہاتھ انسان کو پچھتاوے میں گھسیٹ دیتے ہیں۔

"بابا۔میرے بابا۔"وہ رو دی۔اونچی آواز میں ہچکیاں بھرتا اس کا وجود سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

پھوٹ پھوٹ کر رونے کی آواز بند دروازے سے اندر نہیں جا رہی تھی تبھی کسی کو کوئی خبر نہیں تھی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔میں نے صرف بدلہ لیا ہے۔"اس نے دونوں ہاتھوں سے کراس کی صورت اپنے کندھوں کو جکڑ لیا۔پیشانی پسینے سے شرابور ہو رہی تھی۔

سرمئی آنکھوں میں سرخ پن تھا۔آنسو پلکوں کی باڑ توڑتے چہرے پر بہہ رہے تھے۔اور لبوں پر کپکپاہٹ تھی۔

www.novelsclubb.com

"میں نے انہیں نہیں مارا۔ میں کیسے مار سکتی ہوں۔" اس کا دل خون ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے گھٹنوں کو سمیٹا مبادا خود میں ہی چھپ جانا چاہتی ہو۔ اس کی سسکیاں نم ہوا میں جذب ہوتی جا رہی تھیں۔

"مومن... تم جیت گئے تم واقعی جیت آئے ہو۔" اب کی بار رونے کی تاب نہ لاتی وہ وہاں گٹھری کی مانند پڑی رہ گئی۔

یہ احساس ہر احساس پر غالب تھا کہ وہ لڑکی اپنے سگے باپ کی قاتل تھی۔

ہاں وہ قاتل ہی تو تھی، اس کا حکم ہی تو مانا گیا تھا۔ انسان زرائع بنتے ہیں وہ بھی اس سب کا زریعہ بنی تھی۔ کیا واقعی اس کے باپ کا قاتل کوئی اور نہیں اس کا اپنا آپ تھا۔ وہ باپ سے نفرت کی دعویدار آج ان کی جان لینے کا سبب بنی تھی۔

نہ جانے کتنا وقت گزرا تھا۔ شاید دس منٹ، بیس منٹ اور آدھا گھنٹہ۔ کسی نے بھی اس کی باہر نکل کر خبر نہیں لی۔

www.novelsclubb.com

اور پھر ایک دم جھٹکے سے دروازہ کھلا تھا۔ غیر مرئی نقطے کو گھورتی اس کی آنکھوں نے آنے والے کو دیکھا۔ وہ مومن ابراہیم تھا۔ ابھی تو وہ اندر گیا تھا اور اب باہر آ گیا تھا؟ شاید وہ اس کے لیے آیا تھا۔ ہاں مگر شاید۔

دروازے کا ایک پٹ کھول کر مومن ابراہیم بنا ادھر ادھر دیکھے گولی کی مانند اس کے قریب سے گزر کر آگے بڑھ گیا تھا۔ بسمہ شارق کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ آج اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ تو یہ طہ تھا کہ وہ شخص اس کی قسمت میں نہیں تھا۔ وہ وہاں سے جا چکا تھا۔ جیسے آیا تھا بالکل ویسے ہی۔ اور بسمہ شارق کا کیا؟

تبھی موبائل کی گھنٹی بجی۔ اس نے جلدی سے موبائل ٹٹولا۔ پھر کپکپاتے ہاتھوں سے لاک کھولا تو سامنے واٹس ایپ پر آیا میسج جگمگا رہا تھا۔ اس نے اسے کھول لیا۔ وہاں ایک وائس نوٹ تھا۔

چیٹ کے نام پر 'عبید بھائی' لکھا ہوا تھا۔ وہ اس سے کچھ کہہ رہے تھے۔ لیکن بسمہ کی سماعتوں نے صرف ایک لفظ سنا تھا۔ اور وہ لفظ تمام الفاظ پر بھاری تھا۔ وہ برق

www.novelsclubb.com

رفتاری سے اٹھ کھڑی ہوئی۔اس کے قدم مین گیٹ کی جانب متحرک تھے۔اور پھر قدموں میں ایک دم تیزی بھر گئی۔وہ بھاگ کر دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

(اور جنگیں اکیلے نہیں جیتی جاسکتیں...)

ویئر ہاؤس کے ارد گرد موجود سناٹے سے دورا گر اس کے اندر جھانک کر دیکھو تو وہاں کا ماحول گرم تھا۔ حبس کا ماحول ہر ایک کو چٹخا رہا تھا۔اب تو کوئی ٹھنڈی ہوا تھی نہ ہی کوئی تازگی کا احساس تھا۔

ان سب کو وہیں چھوڑ کر اگر تم اس چھوٹے کمرے میں جھانکو تو وہاں تمہیں بالاج سکندر کسی شخص سے لڑتا دیکھائی نظر آرہا تھا۔اس کی شرٹ کے بٹن آگے سے ٹوٹ چکے تھے۔اوپری چند بٹن کھلے ہونے کے باعث اس کا سینہ نظر آرہا تھا۔وہاں پر خون لگا تھا۔گہرا کٹ جس میں سے خون نکلتا سفید شرٹ کو رنگ چکا تھا۔لیکن اس نے پرواہ نہ کرتے اپنے سامنے موجود گارڈ کو ٹھوکریں ماریں۔وہ زخمی ہو چکا

www.novelsclubb.com

تھا۔پھٹے ہوئے سر سے خون کی بوندیں چہرے کو تر کر رہی تھیں۔اگر اسے دیکھا جائے تو کراہیت محسوس ہونے لگے۔لیکن وہ رکا نہیں، مسلسل مکوں،اور پستول کی بونٹ سے اسے مارتا رہا۔یہاں تک کہ وہ بے حال ہو کر گر پڑا،تب جا کر وہ اس سے دور ہوا۔

اس نے اس شخص کو پیچھے جھٹکتے ایک جانب تھوکا تھا جس میں خون کی آمیزش شامل تھی۔اس نے اپنا جبڑا سہلایا وہاں بڑا سا نیل کا نشان تھا۔چہرے پر اور بھی کٹ کے نشان تھے۔بالوں سے کچھ دیر پہلے نکلا ہوا خون اب اپنی جگہ جم گیا تھا۔اس نے پلٹ کر دیکھا۔پیچھے سیڑھیاں تھیں۔اور سیڑھیوں سے اوپر روشنی نظر آتی تھی۔

www.novelsclubb.com

اسے اندھیرے میں امید کی کرنیں نظر آئیں تھیں۔

"سو بالآخر تم آ گئے ماہیر سکندر۔" انہوں نے ہاتھ ہوا میں اٹھا کر اسے داد دینے والے انداز میں سراہا۔ وہ اپنی ہی جگہ پر کھڑا تھا۔ جہانداد ملک اور اس کے درمیان بارہ فٹ کا فاصلہ تھا۔ وہ اونچا بول رہے تھے شاید اس لیے کہ ان کی آواز ماہیر تک پہنچ جائے۔

"میری بیوی اور بہن کہاں ہیں۔؟" ماہیر نے ضبط کا مظاہرہ کیا۔ جہانداد ملک نے ابرو اچکایا۔

"مار دیا میں نے انہیں۔ ہاہاہا۔" وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ ماہیر سکندر کے وجود میں شرارے پھوٹے تھے۔ اس نے آگے بڑھنا چاہا، وہ اس فرعون کا منہ نوچ لینا چاہتا تھا لیکن جہانداد ملک کے بندوں نے اسے روک رکھا تھا۔

چند بے ہنگم قہقہوں کے بعد انہوں نے ماہیر کو دیکھا۔ پھر انہوں نے قریب کھڑے گارڈ سے کچھ کہا۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں شرط یاد ہے جو میں نے رکھی تھی؟" انہوں نے ایک لکڑی کی کرسی منگوائی تھی۔

"میں کچھ نہیں بھولا۔" اس نے دانت پر دانت جما لیے۔

"زبردست تو اب اس شرط کو پورا کرو۔" وہ کرسی پر بیٹھے اب سیگریٹ سلگا رہے تھے۔

"ماہیر سکندر کا خون ان دونوں عورتوں کی رہائی کی صورت ہے ورنہ وہ تو جان سے جائیں گی ہی ساتھ تمہیں بھی لے ڈوبیں گی۔" جہانداد ملک نے دھواں فضا کے سپرد کر دیا۔ان کے قریب کھڑے بندے کے موبائل پر کسی کی کال آئی،اس نے چند لمحے ٹھہر کر بات سنی تھی۔

"میرے خون کی ایک بوند کی قیمت بھی نہیں چکا سکتے تم جہانداد ملک اور بات کرتے ہو مجھے ختم کرنے کی چچ چچ چچ۔" اس نے سر دائیں بائیں نفی میں ہلایا۔اب وہی گارڈ جھک کر جہانداد ملک کے کان میں کچھ کہہ رہا تھا۔انہوں نے چونک کر

www.novelsclubb.com

اسے دیکھا پھر شاطرانہ مسکراہٹ ان کے لبوں پر دوڑ گئی۔انہوں نے سر ہلا دیا۔

گارڈ دور ہٹ گیا۔

"یہ بدلہ ہے برخوداراس میں تم جذبات کو درمیان میں نہیں لا سکتے۔تمہارے پاس وقت کم ہے گھڑی کی سوئیاں سات بجانے میں سات منٹ پیچھے ہیں۔"انہوں نے ہاتھ میں بندھی گھڑی پر نگاہ دوڑائی پھر دوبارہ سیگریٹ کا کش بھرا۔

"بدلہ تو ہم لے کر رہیں گے ڈیئر انکل اور تمہاری قبر میں اپنے ہاتھوں سے کھودوں گا۔"کسی انجان شخص کی آواز ماحول کا حصہ بنی تھی۔جہاندادملک کے گارڈز ایک دم الرٹ ہوئے تھے۔ماہیر سکندر کے بائیں جانب موجود دروازے سے کوئی شخص اندر داخل ہوا تھا۔

وہ جو کوئی بھی تھا اس کی آواز میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔مضبوط قدم ماہیر سکندر سے کچھ دوری پر آ کھڑے ہوئے۔

www.novelsclubb.com

"شکار خود چل کر قید میں آیا ہے اور صیاد کو خبر نہیں۔ ہے نا عجیب بات؟" انہوں نے اپنے پیچھے کھڑے بندے سے تائید چاہی۔ اس نے مسکراہٹ دباتے سر اوپر نیچے ہلا دیا۔

وہ دھپ دھپ کرتا جلدی سے سیڑھیاں چڑھتا اوپر آیا تھا۔ پوری منزل خالی تھی۔ وہ صرف ایک مستطیل راہداری تھی۔ اندھیرا چھا رہا تھا۔ لیکن وہاں پھر بھی روشنی تھی کیونکہ اس کے اوپر چھت کے نام پر کچھ نہیں تھا۔ ٹوٹی ہوئی چھت نیچے گری ہوئی تھی۔ وہ آگے بڑھا۔ سرے کے آخر میں موجود دیوار ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہاں کوئی شے رکھی تھی۔ لوہے کا بڑا سا ڈبہ۔ یوں جیسے کوئی کنٹینر ہو۔

بالاج سکندر کا دل دھڑکتے دھڑکتے جیسے تھک گیا ہو۔ اس کے اندر کوئی تھا۔ کسی کے رونے کی مدھم آواز اسے سنائی دیتی تھی۔ لوہے کے بجنے کی آوازیں بھی اس میں شامل تھیں۔ وہ دونوں وہاں تھیں۔

www.novelsclubb.com

اس کی بیوی اس کے سامنے تھی۔چند قدموں کا فاصلہ تھا۔وہ اسے عبور کر کے جیا سکندر تک پہنچ سکتا تھا۔اس کا دل خوشی سے بھر گیا تھا۔وہ اسے بچا لے گا۔بلکہ نہیں وہ اسے بچا چکا تھا۔وہ اور اس کا بچہ محفوظ ہو چکے تھے۔لیکن کیا واقعی؟

وہ بھاگنے کے انداز میں آگے بڑھا۔ایک قدم دو قدم وہ اس کے قریب پہنچنے والا تھا جب کوئی شے اڑتی ہوئی آئی اور اسے ہٹ کرتی چلی گئی۔وہ اوندھے منہ زمین پر گرا۔چہرے میں تکلیف بہت بڑھ گئی تھی۔سینے کا زخم زمین پر لگنے سے نئے سرے سے تازہ ہوا تھا تبھی اس سب کے ساتھ کسی کی چیخ گونجی۔وہ چیخ انمول ملک کی تھی۔

"کوئی ہے ادھر۔پلیز ہیلپ۔"اس کی چیخ و پکار اُونچی ہوتی گئی۔بالاج نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں۔اور پھر وہ اس سے پہلے اٹھتا کہ کوئی شخص اس پر جھپٹا تھا۔بالاج سکندر کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھانے لگا۔اس نے بدوقت اسے خود سے دور دھکیلا۔وہ شخص لڑکھڑایا تھا لیکن بالاج کو زدوکوب کرنے کی کوشش

جاری رکھی۔اور پھر ایک اور فائر کی آواز کے ساتھ انسانی چیخ گونجی اور اس گارڈ کا وجود ڈھیلا ہوتا گیا۔

بالاج نے اسے دور پھینکا اور لڑکھڑاتے قدم اٹھاتے وہ اس لوہے کے کنٹینر کی جانب بڑھا۔چہرے پر اس وقت تمام احساس یکجاں تھے۔کنٹینر کے چاروں اطراف ایک سے تھے۔لیکن ایک نکر پر لاک لگا تھا۔سیاہ بڑا سا تالا جسے کھولنے کے لیے چابی کی ضرورت تھی۔لیکن اس کی کنجی تو بالاج سکندر کے ہاتھ میں تھی۔

اس نے تالے کو ایک زاویے پر رکھ کر اس پر پستول سے فائر کیا۔لاک ایک جھٹکے سے ٹوٹ گیا تھا۔لیکن اندر بیٹھا وجود سہم گیا تھا۔اس نے تیر کی تیزی سے اس کنٹینر کا دروازہ الٹ دیا۔اندر اندھیرا تھا۔باہر کی روشنی اندر جانے لگی تھی۔بالاج سکندر کا دل رک گیا۔انمول ملک بھاگتی ہوئی باہر نکلی تھی۔

"آآآ۔"خون آلود شرٹ کو دیکھ کر وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر چیخی۔

www.novelsclubb.com

"ملک۔" وہ سسکی۔ بالاج نے نیچے کی جانب اشارہ کیا۔ وہ وہاں سے بھاگ نکلی تھی۔ اس نے مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا تھا۔ جہاں بالاج سکندر اب اس کنٹینر کے اندر داخل ہوا تھا۔ اس نے جیا سکندر کے بے ہوش وجود کو تکا۔ اس کی حالت دیکھ کر بالاج سکندر کا دل پسیج گیا۔ وہ آگے بڑھا۔

"جیا۔" وہ اس کے قریب بیٹھا۔ ہاتھوں میں کپکپاہٹ تھی۔ وہ اسے اس حال میں دیکھ کر شل ہو چکا تھا۔

"جیا۔ آنکھیں کھولو۔" اس نے جیا کا سر اپنی گود میں رکھ لیا تھا۔ اس کے چہرے پر گرد تھی۔ سفید ملائم چہرہ پس مردگی کا شکار تھا۔ اس کا دھیان جیا سکندر سے ہٹ کر اپنے بچے کی جانب گیا تھا۔ اور ایک دم پوری دنیا اس کے لیے ساکت ہو گئی۔ بالکل منجمند کسی برف کے مجسمے کی طرح۔ کسی پتھر کی مورت کی طرح۔

وہ اس کے گال تھپتھپا رہا تھا۔ لیکن جیا سکندر کے بے بس وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ وہ اسے جھنجھور رہا تھا لیکن سب بے سود تھا۔

www.novelsclubb.com

"خوش آمدید مومن ابراہیم۔" انہوں نے سر کو خم دیا۔ ماہیر کی نگاہیں اس کے وجود پر ٹک گئی تھیں۔ اس کا حلیہ کچھ بے ترتیب سا تھا۔ وہ عام روٹین میں ٹپ ٹاپ رہنے والا مومن ابراہیم نہیں تھا۔ یا شاید ماہیر اسے بہت دنوں بعد دیکھ رہا تھا۔

لیکن ایسا کیسے ممکن ہے کہ چند دنوں میں انسان بدل جائیں؟

جبکہ انسان بدلتے نہیں ہیں، وقت کے ساتھ اپنی اصلیت دکھا دیتے ہیں۔

"آج تم یہاں میرے سامنے کھڑے ہو مومن ابراہیم، صوفیہ ابراہیم کے بیٹے بن کر۔" ان کی خون آشام تھیں۔

www.novelsclubb.com

"ایک تم ہو ماہیر سکندر جس کے ماں باپ کی وجہ سے مجھ سے سب کچھ چھن گیا اور ایک تم ہو (آنکھوں کا رخ مومن کی جانب کر لیا) میرے رقیب کا خون۔" ان کا لہجہ ایک دم سے بدل گیا تھا۔ سانپ کی سی پھنکار ان کے لہجے میں نظر آتی تھی۔

"تمہیں جو کچھ بھی کہنا ہے مجھے دیکھ کر کہو۔ تمہارا دشمن میں ہوں وہ نہیں۔" ماہیر نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔ انہوں نے ڈرامائی انداز میں سر ہلاتے پیچھے کھڑے گارڈ کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ اس نے ایک پستول ان کی ہتھیلی پر رکھی تھی۔ انہوں نے اسے سیدھا کر کے اس پر پھونکا۔ پھر ہتھیلی سے اس پر سے نادیدہ گرد جھاڑی۔

"تمہیں کچھ نہیں کہنا بس تمہارا بھیانک سے بھی بدتر انجام لکھنا ہے میں نے۔" اور اسی لمحے مومن ابراہیم کو اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا تھا۔ وہ آتے ہوئے کیوں اپنے ہتھیار نہیں لایا تھا؟

انہوں نے پستول سیدھی کی اس کا رخ ماہیر کی جانب تھا۔ تبھی جیب میں رکھا ملک کا موبائل تھرتھرایا۔ اس نے بغور آہٹ محسوس کی تھی۔ وہ لب بھینچ گیا۔

"بابا۔ نہیں پلیز۔" اس سے پہلے کہ وہ پستول اس پر تان کر کوئی کاروائی کرتے۔ بائیں دروازے پر کسی کا عکس نمودار ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

یہ آواز، یہ بھیگا ہوا لہجہ، یہ انداز اس کی انمول کا تھا۔ وہ عورت جسے ماہیر سکندر نے چاہا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے پلٹا۔ وہ سامنے ہی کھڑی تھی۔ عین دہلیز کے درمیان۔

سر پر دوپٹہ نہ پاؤں میں جوتی، وہ ننگے سر پیر اس کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ کتنے دنوں بعد اسے دیکھ رہا تھا۔ شاید چار نہیں پانچ۔ اس نے غور سے اس کا جائزہ لیا۔ چہرے پر گرد تھی، کملایا ہوا چہرہ اور پاؤں پر دھول جم چکی تھی۔ کنکر لگنے کے باعث چھوٹے چھوٹے کٹ بھی لگے ہوئے تھے۔ ماہیر سکندر نے ایک لمحے میں اسے سر تا پیر دیکھا۔ مومن کی نظروں میں حیرانی تھی۔ وہ جتنا حیران ہوتا کم تھا۔ اسے اس سب سے بے خبر رکھا گیا تھا۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا لیکن یہ وقت ایسا نہیں تھا۔

"انمول۔" اس نے اپنے قدم آگے بڑھائے۔

"وہیں رک جاؤ۔" ملک کے سر پر لگی تلوؤں پر بجھی۔ اس کا دماغ ایک دم گھوم گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"خاموش۔" برق رفتاری سے پستول نکال کر اس نے جہانداد ملک کے ارد گرد دو تین فائر کیے۔ انمول ملک کی چیخیں اس کی آواز میں دب کر رہ گئیں۔ جہانداد ملک ایک دم ہڑبڑا گئے تھے۔ وہ سکون سے دوبارہ پلٹ گیا۔

"سر صرف ایک حکم دیں ہم اسے ابھی منہ کے بل گرا دیں گے۔" کوئی گارڈ بولا تھا جب جہانداد ملک نے اسے خاموش رہنے کی تاکید کی۔

"وہ اس وقت بپھرا ہوا ہے، اسے شانت ہو جانے دو زرا۔" اب کی بار ان کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔ انمول ملک نے شدید ناگواری سے انہیں تکا اور پھر ملک کو۔ وہ اس کے قریب آ رہا تھا۔ جہانداد ملک اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مومن بھی اپنی جگہ پر ٹھہرا یہ سب دیکھ رہا تھا۔

"تم..." اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتے یا اسے روکتے ملک نے خونخوار نظروں سے مڑ کر انہیں گھورا۔

www.novelsclubb.com

"مجھے میری بیوی سے مل لینے دو، کسی کی دخل اندازی مجھ سے برداشت نہیں ہو گی۔اور اب اگر کسی نے مداخلت کی تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔" اس نے وارن کیا اور انمول کی جانب گھوم گیا۔

"ملک۔" وہ رو رہی تھی۔آنسوؤں کی لکیریں اس کے گالوں پر بنتی تھوڑی سے نیچے ٹپک رہی تھیں۔اس کی حالت قابلِ رحم تھی۔

"شش۔میں آ گیا ہوں۔" وہ اس کے قریب آیا۔انمول اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"تم نہیں آئے تھے۔تم اتنے دن نہیں آئے۔میں کتنی تکلیف میں تھی ملک۔تم اندازہ نہیں کر سکتے۔" کیا وہ اندازہ کر سکتی تھی اس تکلیف کا جو ملک نے سہی تھی۔ اتنے دنوں کی اذیت، وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

"خاموش ہو جائیں انمول۔میں آپ کے پاس ہوں آپ کے بالکل قریب۔" ان دونوں میں چند انچ کا فاصلہ تھا۔جہانداد ملک نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھا،

www.novelsclubb.com

دوسری نظر مومن پر اٹھائی وہ بھی انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔اس سے پہلے کوئی اپنی جگہ سے ہل پاتا جب...

"ملک۔" گولی کی آواز کے ساتھ ہی انمول ملک کی دل خراش چیخ بلند ہوئی تھی۔

وہاں کھڑے تمام نفوس ساکت ہو گئے۔

اور ساکت تو پھر اوپری منزل پر کھڑا بالاج سکندر بھی ہوا تھا۔اسے اندازہ ہوا تھا کہ....

کچھ آوازیں روح فنا کر جاتی ہیں۔

وہ اضطراب کی کیفیت میں انگلیاں مڑوڑتی سر جھکائے بیٹھی تھی۔وہ اور صوفیہ ابراہیم وہاں اکیلے تھے۔بسمہ شارق معلوم نہیں کہاں چلی گئی تھی۔گارڈ سے خبر ملی تھی کہ وہ بہت جلدی میں کہیں گئی ہیں۔وہ تب سے اب تک اس کا انتظار کر رہی تھی۔شام سے رات ہو گئی تھی۔سیاہ رات تھی جسے اندھیرے نے اپنی لپیٹ میں

www.novelsclubb.com

لے رکھا تھا۔وہ وہیں لاؤنج میں بیٹھی تھی۔صوفیہ ابراہیم اس کے قریب بے چین سی بیٹھی ہوئی تھیں۔

"نہ جانے کہاں چلے گئے ہیں یہ دونوں۔؟"وہ بولیں تو لہجے میں فکر تھی۔ماں تھیں ناں پریشان ہونا تو بنتا تھا۔

"آپ فکر نہیں کریں آنٹی وہ آجائیں گے۔ایک تو یہ فون بھی نہیں اٹھا رہی۔"اس نے جھنجھلا کر دوبارہ بسمہ شارق کا نمبر ملایا لیکن بے سُود۔

"آنٹی۔"اس نے دیکھا صوفیہ ابراہیم کی پیشانی عرق آلود ہو رہی تھی۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔بس گھبراہٹ ہو رہی تھی۔"انہوں نے دو انگلیوں سے پیشانی مسلی۔

www.novelsclubb.com

"میں آپ کے لیے پانی لاتی ہوں۔"وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔پریشانی اس کے چہرے پر بھی عیاں تھی۔وہ فون پر بسمہ کا نمبر دوبارہ ملاتی کچن میں داخل ہوئی۔

"کیا مسلہ ہے بسمہ فون اٹھاؤ۔" رات کے بارہ بجنے کے قریب تھے۔اور اس کی کوئی خیر خبر نہیں تھی۔اس نے فریج سے پانی کی بوتل نکالی۔ تبھی موبائل پر کسی کی کال آئی تھی۔اسکرین پر 'عبید باجوہ' لکھا نظر آرہا تھا۔

اس نے گلاس نکال کر شیلف پر رکھا۔بوتل سے اس میں پانی انڈیلا۔دل سکڑ رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں اسے کچھ برا معلوم ہو رہا تھا۔بہر حال اس نے فون کان سے لگالیا۔

"السلام علیکم۔" اس نے سلام کیا۔

"جی؟" اگلے ہی لمحے ماتھے پر سلوٹیں نمودار ہوئی تھیں۔دوسری جانب سے عبید باجوہ کی آواز ابھر رہی تھی۔وہ گلاس ہاتھ میں تھامے پلٹی۔اور تبھی اس کی گرفت سے گلاس چھوٹ کر زمین بوس ہوا۔

www.novelsclubb.com

کسی شے کے ٹوٹنے کی آواز پر صوفیہ ابراہیم بھاگ کر کچن میں داخل ہوئی تھیں۔سامنے فریال ساجد کھڑی تھی۔اس کا چہرہ سفید ہو رہا تھا یوں جیسے بدن سے سارا خون نکال دیا گیا ہو یا یوں جیسے کوئی مردہ ان کے سامنے کھڑا ہو۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون۔" موبائل اس کے ہاتھوں سے پھسل کر زمین پر جا گرا۔ اسکرین پر جالی سی بن آئی تھی۔ صوفیہ ابراہیم جلدی سے آگے بڑھیں۔ فریال ساجد کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر سمٹ آیا تھا۔

"فریال بچے۔ کیا ہوا؟" ان کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

"بھیا نک اختتام۔" فقط دو الفاظ اور وہاں کھڑے دونوں وجود سن رہ گئے تھے۔ یوں جیسے صور پھونک دیا گیا ہو۔

اختتام موت تھا کیا؟

نہیں...اختتام ابھی باقی تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ ایم ایس مارشل آرٹس سینٹر کے گارڈن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اسے چھو کر گزر رہے تھے۔ وہ وہاں تنہا نہیں تھی لیکن کچھ تھا جو اسے اپنا آپ خالی محسوس ہو رہا تھا۔ گارڈن میں اور بھی اسٹوڈنٹس تھے جو اپنے کاموں اور

باتوں میں مشغول نظر آتے تھے۔دفعتاً اسے کسی کی آہٹ محسوس ہوئی۔کوئی اس کے بینچ کے نزدیک آرہا تھا وہ جو کوئی بھی تھا بسمہ شارق اسے پہچان چکی تھی۔وہ جب بھی آتا تھا وہ اسے پہچان جاتی تھی۔

وہ اس سے تھوڑے فاصلے پر اس کے ساتھ بینچ پر بیٹھ گیا۔یہ واقعہ ہسپتال والے واقعے سے پہلے کا تھا۔یہ اس روز سے اگلے دن کا واقعہ تھا جب بسمہ شارق اپارٹمنٹ چھوڑ کر واپس ہاسٹل آئی تھی۔

"کیوں آئے ہو؟""وہ اس کے قریب بیٹھا تھا۔وہ اس کے پاس آیا ہی کیوں تھا؟ آخر کیا چاہتا تھا وہ؟

"مجھے آنا تھا۔ہمیشہ کی طرح۔"چند لمحے خاموشی چھا گئی۔دونوں فریق خاموش تھے۔بسمہ شارق کو اس کے پاس ہونے سے ہتک اور بے عزتی کا احساس دوبارہ ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں اپنی زندگی کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔" اس نے کہا تو بسمہ شارق نے زرا سا رخ موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ کہنیاں گھٹنوں پر ٹکائے، ہاتھوں کی دونوں ہتھیلیاں باہم الجھائے آگے کو جھکا ہوا تھا۔ بال ہمیشہ کی طرح ماتھے پر بے ترتیب سے گرے تھے۔

"کچھ سال پہلے کی بات ہے شاید تب میں دس بارہ سال کا تھا، میں لندن کے ایک اسکول میں پڑھتا تھا۔ میری کلاس کا ایک لڑکا تھا جیک۔ میری اور اس کی دوستی کافی گہری تھی۔ ہمارا بہت سارا وقت ساتھ گزرتا تھا۔ ہم بیسٹ فرینڈز فار ایور تھے۔ لیکن دوستی ہر ایک کو راس نہیں آتی۔" اس کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ بسمہ نے چہرے پر پھسلتی بالوں کی لٹوں کو پیچھے دھکیلا۔ وہ اسے سن رہی تھی۔ سرمئی آنکھوں میں مومن ابراہیم سمایا ہوا تھا۔

"ہم غلط وقت پر اپنے راز غلط لوگوں کو تھما دیتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا میرا ماضی کیا ہے۔ اور اس نے اس سب کو 'فن' سمجھ کر پوری

کلاس میں پھیلا دیا۔ میرا مذاق اڑایا اور مجھے ذلیل کیا۔ انگریز بچوں کے لیے میری کہانی بہت عام تھی۔ بروکن فیملیز کے بچے تو میری کلاس میں بہت تھے لیکن انہوں نے اس بات کو عام نہیں رہنے دیا۔ ان سب نے مل کر مجھے bully کیا۔ جیک نے مجھ پر فقرے کسے، بھائی کو بھی بہت برا بھلا کہا اور یہی اس کی حد تھی۔"

مومن ابراہیم نے دونوں ہاتھ ڈھیلے چھوڑ دیے۔

"اگلے دن اسکول سے واپسی پر میں نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لیا۔ مار کٹائی ہوئی اور جیک کو بہت زیادہ چوٹیں آئیں۔ بھائی کی تربیت تھی جو میں نے ان کی خاصی دھلائی کر ڈالی اور پھر اس دن مومن ابراہیم نے اپنے واحد دوست کو کھو دیا۔ اس کے مجھ سے لاکھ اختلاف سہی لیکن مجھ سے جڑے رشتوں کو بیچ میں نہیں لانا چاہیے تھا۔" اس کے لبوں پر استہزایہ مسکان تھی۔ بسمہ شارق ہمہ تن گوش تھی۔

www.novelsclubb.com

"ہم سب کی زندگی میں کوئی ایسا دوست ضرور ہوتا ہے جس کے بعد دوستی جیسے رشتے پر سے اعتبار ہی اٹھ جاتا ہے۔انسان کسی دوسرے سے دوستی کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ بھروسہ اور اعتماد ایسے رشتے ہیں جو ٹوٹ جائیں تو کبھی جڑ نہیں سکتے۔ میں نے اسے کھو دیا۔اور پھر اس کے والدین نے میرے خلاف کاروائی کی۔بھائی کے توسط میں بچ گیا اور پھر مجھے احساس ہوا کہ میں نے غلط شخص پر بھروسہ کیا تھا۔ بعض اوقات ہم غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط مان لیتے ہیں۔میں نے بھی یہی غلطی کی تھی۔ مگر پھر بھی میں نے اسے بخشا نہیں۔"اب کی بار اس نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اس نے دوبارہ مجھے تنگ کرنا چاہا، لیکن اب کی بار میں نے اسکول واپسی پر اسے کچرے کے ڈبے میں پھینک دیا۔اس کے بعد وہ میرے راستے میں نہیں آیا۔ہم اجنبی سے دوست بنے اور دوست سے پھر سے اجنبی بن گئے۔مجھے احساس ہو گیا تھا کہ جسے میں نے بہت کچھ سمجھا وہ اصل میں میرا تھا ہی نہیں۔ بچپن کی ٹوٹی ہوئی

دوستیاں بہت تکلیف دیتی ہیں۔"اس نے سر جھٹکا۔بسمہ سر جھکائے سب سن رہی تھی۔سر اٹھایا تو مومن اسکی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔کمال محویت تھی۔وہ سٹپٹا گئی۔

"لیکن...وہ تو تمہارا دوست تھا ناں؟"اس نے سنبھل کر پوچھا۔

"وہ دوست نہیں آستین کا سانپ تھا...

And snakes aren't friends"

اس نے نظروں کا رخ پھیر لیا۔دل میں گلٹ سا اٹھا تھا۔اس نے کل بسمہ کو تھپڑ مارا تھا اسے سوری کرنی چاہیئے تھی لیکن اس نے نہیں کی۔چلو پھر کبھی سہی۔

"ہماری دوستی کبھی دشمنی میں نہ بدلتی اگر وہ بھائی کو برا بھلا نہیں کہتا۔بھائی میں میری جان بستی ہے۔وہ'وہ ہیں جنہوں نے میری پرورش کی۔وہ میرے محسن میرے دوست ہیں اور ان کے بارے میں'میں کوئی بات برداشت نہیں کر سکتا۔"

بسمہ کو آہستہ آہستہ اس کی بات کی سمجھ آنے لگی تھی۔وہ کیوں اسے اتنا لمبا قصہ سنا رہا تھا۔اسے پتا چل گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"بھائی کو اذیت پہنچانے والے کے لیے مومن ابراہیم اذیتوں کے سو در کھول دے گا۔جو کوئی بھی انہیں نقصان پہنچانا چاہے گا وہ خود اپنا نقصان کرے گا۔اس لیے آئندہ احتیاط کرنا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اس کی بات ختم ہو چکی تھی۔بسمہ شارق یونہی بینچ پر بیٹھی رہی۔

"تمہیں ملک سر بہت عزیز ہیں ناں۔"

"جان سے بھی زیادہ۔" وہ جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

"اور اگر کبھی انہیں کچھ ہو جائے تو۔؟" اس نے بے ساختہ پوچھ لیا۔نظریں مومن ابراہیم پر تھیں۔

"تو ان سے پہلے مومن ابراہیم اپنی جان دینا پسند کرے گا۔" آخری جملہ تھا جو اس نے کہا اور آگے چل دیا۔وہ اسے دور جاتے ہوئے دیکھے گئی۔

مومن ابراہیم کے لیے قریبی رشتے بہت عزیز تھے،وہ انہیں جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا۔تو پھر خود اس شخص کے حصے میں محرومیاں کیوں آتی تھیں؟

www.novelsclubb.com

(آگ اپنے ساتھ بہت کچھ لپیٹ کر لے جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح بلکہ ہر انسان کی طرح تمہیں جیت کا خسارہ بھگتنا ہو گا۔)

☆☆☆☆☆

﴿جاری ہے﴾

نوٹ: تاثیرِ عشقم کا سفر آہستہ آہستہ اپنے اختتام کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اس کی اگلی قسط انشاءاللہ تعالیٰ 'آخری قسط' ہو گی۔ جسے لکھنے کے لیے وقت اور محنت دونوں درکار ہیں لہٰذا میرے ساتھ تعاون کریں اور بار بار قسط کا پوچھ کر پریشان نہ کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com